ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

3 تا 9 اگست 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

دوسوال

انکارِ سنت یا انکارِ رسالت؟

لاشوں کے سوداگر

مصر کا محاذ کھلنے سے پہلے

کیا ہم جنگ کے لیے تیار ہیں؟

حج وعمرہ پر جانے والوں کے لیے......

اٹھتے جاتے ہیں مرے دل کو لبھانے والے

او آئی سی کون سی توپ چلائے گی؟

تفہیم المسائل

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

دشمن نہیں بدلتے!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا راز دار نہ بنانا' یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی) کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح بھی ہو) تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔ دیکھو' تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو' حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں' ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ (ان سے) کہہ دو کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ۔ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ اگر تمہیں آسودگی حاصل ہو تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر تم تکلیفوں کی برداشت اور (ان سے) کنارہ کشی کرتے رہو گے تو ان کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔'' (آل عمران: 118 تا 120)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان اہلِ کتاب کو اپنا راز دار نہ بنائیں' کیونکہ ان اہلِ کتاب کی تو کیفیت یہ ہے کہ یہ تو مسلمانوں کی تکلیف و پریشانی کی آس لگائے بیٹھے رہتے ہیں' زبانوں سے نفرت کی چنگاریاں نکلتی اور سینے غم و غصے سے کھولتے رہتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ جنونِ غیظ و غضب میں اپنی انگلیاں تک کاٹ لیتے ہیں۔ ہاں اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت آ جائے اور انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو پھر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو دشمنوں کے مکروفریب سے محفوظ رکھتا ہے' اور اگر مومنین صبر وتقویٰ کی راہ اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہر خطرے سے بے پرواہ کر دیتے ہیں۔

یہ طویل اور مفصل ہدایت اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں اسلامی جماعت اہلِ کتاب کی طرف سے کس قسم کی دسیسہ کاریوں کا شکار تھی اور فریب دہی سے مسلمانوں کو کس قدر اذیت برداشت کرنی پڑ رہی تھی' جس کی بناء پر قرآن نے ان سے بالکلیہ مقاطعے کا حکم دے دیا اور مسلمانوں کو جاہلی دَور کے تمام گزشتہ روابط توڑ ڈالنے کی ہدایت کر دی۔ یہ ہدایت ہر دَور کے مسلمانوں کے لیے ہے' کیونکہ مسلمانوں کے دُشمن ہر دَور میں ایک ہی ہیں' صرف ان کی دُشمنی کے طریقے بدلتے ہیں دُشمن نہیں بدلتے!

فی ظلالِ القرآن

سید قطب رحؒ

الھدیٰ (241)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء

(آیات 159 تا 162)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ
اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ﴾

''اور کوئی اہلِ کتاب نہیں ہوگا مگر اُن کی موت سے پہلے اُن پر ایمان لے آئے گا۔ اور وہ قیامت کے دن اُن پر گواہ ہوں گے۔ تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کو حلال تھیں' ان پر حرام کردیں۔ اور اِس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے' اور اس سبب سے بھی کہ باوجود منع کیے جانے کے سُود لیتے تھے اور اس سبب سے بھی کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔ اور اُن میں سے جو کافر ہیں اُن کے لیے ہم نے درد دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مگر جو لوگ اُن میں سے علم میں پکے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں (سب پر) ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور روزِ آخرت کو مانتے ہیں' اُن کو ہم عنقریب اجرِ عظیم دیں گے۔''

اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اُن پر ایمان نہ لائے۔ یعنی حضرت مسیحؑ جو ابھی مرے نہیں زندہ ہیں' کہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں اور زمین پر دوبارہ آئیں گے۔ اُس وقت اہل کتاب کا کوئی شخص ایسا نہ رہے گا جو اُن پر ایمان نہ لے آئے' اور وہی (عیسیٰؑ) قیامت کے دن ان کے خلاف گواہ بن کر کھڑے ہوں گے جیسا کہ آیت نمبر 41 میں آیا ہے۔ ''پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور پھر آپ کو لائیں گے اُن لوگوں پر گواہ۔'' ہر نبی کو اپنی قوم کے خلاف گواہی دینی ہے۔ حضرت مسیحؑ اپنی قوم اور امت کے خلاف گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ جب کوئی قوم کسی معاملے میں حد سے گزر جاتی ہے تو اُس کی سزا کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ حلال چیزوں سے اُسے محروم کر دیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان کی اس غلط روش کی بناء پر اللہ نے بعض پاکیزہ چیزیں بھی ان پر حرام کردیں جو کہ اصلاً اُن کے لیے حلال تھیں' مثلاً حضرت یعقوبؑ نے اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تو یعقوبؑ کا ذاتی سا معاملہ ہے ورنہ اُس کا کھانا حرام تو نہیں ہے بلکہ اللہ نے کہا اچھا ٹھیک ہے ان کی یہی سزا ہے کہ ان پر تنگی رہے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کے راستے پر چلنے سے خود بھی رکتے تھے' اور دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ ان کی بد اطواری میں سود کھانا بھی شامل تھا' حالانکہ اُنہیں اس سے روک دیا گیا تھا۔ یعنی سود اُن کی شریعت میں حرام تھا' اور آج بھی حرام ہے۔ لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ اِس حرمت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی یہودی دوسرے یہودی سے سود کا معاملہ نہیں کرے گا۔ غیر یہودی سے سود لینا جائز ہے۔ کیونکہ وہ Gentile ہیں اُن کا جس طرح چاہیں استحصال کریں' ہم پر کوئی گرفت نہیں ﴿لیس علینا فی الامیین سبیل﴾ اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال ناجائز ہڑپ کر جاتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لیکن جو لوگ ان میں پختہ علم والے ہیں' جیسے عبداللہ بن سلام اور جو محمد ﷺ پر ایمان لائے ہیں۔ وہ تو ایمان رکھتے ہیں اس پر بھی جو نبی پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپؐ سے پہلے نازل کیا گیا۔ اور نماز قائم کرنے والے' زکوٰۃ دینے والے ہیں اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں' جنہیں ہم اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔ یعنی اہل کتاب میں سے اگر کوئی ایسا عنصر موجود ہے کہ جس میں کسی درجے میں فطرت کی سلامتی موجود ہے تو اُس کے لیے آخری دروازہ بند نہیں کیا گیا' کھلا ہے۔

فرمان نبویؐ

چودھری رحمت اللہ بٹر

خصوصیت سے قبول ہونے والی دعا

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے پاس ایک فرشتہ ہے جس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جب وہ اپنے کسی بھائی کے لیے کوئی اچھی (غائبانہ) دُعا کرے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ: ''تیری یہ دُعا اللہ قبول کرے اور تیرے لیے بھی اس طرح کا خیر عطا فرمائے۔''

اکتیسویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

ہر چیز ہے محوِ خودنمائی ہر ذرّہ شہیدِ کبریائی!
بے ذوقِ نمودِ زندگی' موت تعمیرِ خودی میں ہے خدائی!
رائی زورِ خودی سے پربت پربت ضعفِ خودی سے رائی!
تارے آوارہ و کم آمیز تقدیرِ وجود ہے جدائی!
یہ پچھلے پہر کا زردرُو چاند بے راز و نیازِ آشنائی!
تیری قندیل ہے ترا دل! تُو آپ ہے اپنی روشنائی!
اک تُو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں باقی ہے نمودِ سیمیائی!
ہیں عقدہ کشا یہ خارِ صحرا کم کر گلۂ برہنہ پائی!

1۔ اقبال کہتے ہیں کہ اللہ نے اِس کائنات کی تخلیق اِس نہج پر فرمائی ہے کہ یہاں ہر شے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتی ہے۔ اللہ نے ہر شے کی فطرت میں نمود وظہور کا تقاضا ودیعت کر دیا ہے۔ ہر شے اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچنے کے لیے بیتاب ہے۔

2۔ چونکہ نمود وظہور زندگی کا تقاضا ہے' اس لیے جس انسان میں ذوقِ نمود' ذوقِ خودنمائی نہ ہو' جو شخص اپنی خودی کو ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو' وہ اپنی فطرت کے تقاضے سے روگرداں ہے۔ ایسا شخص زندگی کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ زندہ نہیں' مُردہ ہے۔ پس ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ اپنی خودی کو مرتبۂ کمال تک پہنچائے' تاکہ اُس کی زندگی میں خدائی صفات کا رنگ پیدا ہو سکے اور وہ کائنات پر حُکمرانی کر سکے۔

3۔ اس شعر میں جو لفظ پہلے مصرع کے شروع میں آیا ہے' وہی دوسرے مصرع کے آخر میں آیا ہے۔ عربی گرامر میں اسے ''ردّ العجز علی الصدر'' کہتے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ رائی کا دانہ کس قدر حقیر چیز ہے' لیکن اگر وہ اپنی خودی کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دے تو اس میں پہاڑ کی سی مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس پہاڑ کو دیکھیے۔ کس قدر عظیم الشان چیز ہے' لیکن اگر اُس کی خودی ضعیف ہو جائے تو رائی کے دانے کی طرح حقیر ہو جاتا ہے۔

4۔ زندگی کا قانون یہ ہے کہ ہر چیز' ہر لحہ متغیر ہے۔ کسی چیز کو ایک حالت پر قرار نہیں ہے۔ وجود کی تقدیر جُدائی ہے' یعنی ہر موجود کے لیے اللہ نے یہ انداز معین کر دیا ہے کہ وہ دوسرے موجودات سے دائمی تعلق پیدا نہ کرے۔ تاروں کو دیکھو۔ اسی قانون کی وجہ سے کم آمیز ہیں' یعنی آپس میں دوامی رابطہ پیدا نہیں کرتے' بلکہ فضائے بسیط میں منتشر اور متفرق زندگی بسر کرتے ہیں۔

5۔ آخرِ شب کے چاند کو دیکھو۔ اُسے جدائی کا احساس ہے' اسی لیے اُس کے چہرے پر ہلکی ہلکی زردی چھائی ہوئی ہے...... اسے گرامر میں حسنِ تعلیل کہتے ہیں...... زردی کا اصل باعث یہ ہے کہ جب سپیدۂ سحر نمودار ہو جاتا ہے تو چاند کی روشنی کم ہو جاتی ہے...... اور اسی لیے وہ دنیا والوں سے آشنائی پیدا نہیں کرتا۔

6۔ چونکہ مادی تعلقات کا انجام ہمیشہ جُدائی ہُوا کرتا ہے' اس لیے سمجھدار انسان کو لازم ہے کہ وہ دنیا سے دل نہ لگائے' بلکہ سورج اور چاند سے بھی روشنی طلب نہ کرے۔ اس کے بجائے وہ اپنے دل کی قندیل کو روشن کرے' تاکہ خارجی روشنی سے بے نیاز ہو جائے۔ اگر انسان اپنے دل کو محبتِ الٰہی سے منور کرے تو اُسے نہ سُورج کی احتیاج باقی رہے گی' نہ چاند کی۔ انسان محض اپنی بے سوادی اور کوتاہ بینی کی وجہ سے اپنے آپ کو خارجی اشیا کا محتاج سمجھتا ہے' حالانکہ وہ اگر اپنے من میں ڈوب جائے تو اُسے معلوم ہوگا کہ وہ خود عالمِ صغیر ہے۔ جو کچھ کائنات کے اندر ہے' وہ سب کچھ اُس کے اندر موجود ہے۔

7۔ اے انسان' یہ تیری نادانی ہے کہ تُو اپنے آپ کو اِس عالمِ مادّی کا محتاج تصوّر کرتا ہے۔ ارے نادان! ہوش میں آ۔ یہ جو کچھ تجھے نظر آتا ہے' دراصل موجود ہی نہیں ہے۔ یہ تو محض نمودِ سیمیائی ہے۔ ایسی نمائش جو حقیقت سے خالی ہے۔ یہ سارا کارخانۂ عالم نقش برآب اور فانی ہے۔ صرف تُو حق ہے۔ صرف تیری خودی ایک حقیقت ہے۔

8۔ صحرا کے کانٹوں یعنی دنیا کی مشکلات سے بالکل مت گھبرا۔ یہ تو عقدہ کُشا ہیں۔ دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے ہی سے تیری خودی مرتبۂ کمال تک پہنچ سکتی ہے۔ اس لیے تُو برہنہ پائی کا گِلہ مت کر' یعنی یہ شکایت مت کر کہ میرے پاس شیر کے سے ناخن اور گینڈے کی سی کھال نہیں ہے۔ اگر تیری راہ میں دشواریاں حائل نہ ہوں تو تیری خودی مرتبۂ کمال کو کیسے پہنچے گی؟

تا خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — شمارہ 28
3 تا 9 اگست 2006ء
7 تا 13 رجب المرجب 1427ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود ۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان ۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو سوال

مسلم ممالک کے حکمران تو ایک مدت ہوئی عالم کفر کے سرغنہ امریکہ کے آگے سرنگوں ہو چکے ہیں۔ شام اور ایران کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ امریکہ کے باغی ہیں۔ سرد جنگ کے زمانے میں جب دنیا سوویت یونین اور امریکہ کے درمیان دو بلاکوں میں منقسم تھی تو شام امریکہ کے مخالف سوویت یونین کیمپ میں تھا۔ لیکن جب امریکہ سپریم پاور بن گیا تو شام باوجود کوشش کے امریکہ کی نظرِ عنایت کا مستحق نہ ٹھہرا۔ وجہ صاف ظاہر تھی، امریکہ کا بغل بچہ اسرائیل شام کے خلاف فوری کارروائی چاہتا تھا، وگرنہ شام بھی نئے دور میں نئے حقائق کو تسلیم کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار تھا۔ امریکی حکم پر فوری طور پر لبنان سے شامی فوجیں واپس بلانے کا فیصلہ نئے حقائق کو تسلیم کرنے کا ثبوت تھا۔ ایرانی انقلاب کے بعد وہاں امریکہ دشمن جذبات بڑے شدید ہیں۔ جمہوری حکومت ہونے کی وجہ سے ایران کے حکمرانوں کے لیے امریکی ڈکٹیشن کو من و عن قبول کر لینا ممکن نہیں۔ البتہ ہر تجزیہ نگار محسوس کرتا ہے کہ مخالفانہ بیان بازی میں جتنی شدت ہے عملاً ایران کی طرف سے اتنے مخالفانہ اقدام نہیں کئے جاتے۔

ہماری رائے میں امریکہ اپنے مفادات کے حصول اور لانگ ٹرم منصوبہ بندی کے حوالہ سے شام اور ایران کو مخالف صف میں دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بحالتِ موجودہ کسی مسلم ملک میں کوئی شخص یا جماعت اگر اقتدار کی خواہش مند ہے تو گویا وہ امریکہ کی چاکری کے لیے دلی طور پر نہ سہی ذہنی طور پر آمادہ ہے۔ اِس پس منظر میں O.I.C کا اجلاس منعقد کرنے سے کیا برآمد ہو گا۔ نشستند، گفتند اور برخاستند کی ایک اور ریہرسل ہو جائے گی۔ البتہ امریکہ اور اُس کے حواریوں کے خلاف نفرت مسلمان عوام میں بڑھتی جا رہی ہے۔ لوگوں کے مابین اِس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ امریکہ عالم اسلام کا دشمن ہے۔ اِس تاثر کا بڑھتے چلے جانا کوئی رنگ لا سکتا ہے۔ ایک بات تو آہستہ آہستہ واضح ہوتی چلی جا رہی ہے کہ اکثر مسلمان ممالک میں حکمرانوں کا معذرت خواہانہ بلکہ غلامانہ طرزِ عمل شدت پسندوں اور عسکری گروپوں کو جنم دے رہا ہے۔ غریب، متوسط اور کم پڑھے لکھے لوگوں میں یہ گروپ آغاز ہی سے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے گئے، لیکن جوں جوں عالم کفر مسلمانوں پر ظلم و تشدد میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے، اور مسلمان حکمرانوں کی خاموشی ٹوٹتی نظر نہیں آتی، خوشحال اور پڑھے لکھے طبقات میں بھی یہ سوال گردش کر رہا ہے کہ کیا بزدلانہ موت سے لڑ کر مرنا بہتر نہیں ہے۔

نائن الیون کے بعد یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ امریکہ اور اُس کے حواری تباہی اور بربادی تو پھیلا سکتے ہیں، سڑکوں اور گلیوں میں مزاحمت کاروں کو شکست نہیں دے سکتے۔ گزشتہ چند برسوں پر نگاہ ڈالیں، مسلمان حکمرانوں کو سیاسی اور فوجی شکست ہوئی جبکہ اُن ممالک کے عسکری گروپ مزید طاقتور ہو کر کسی نہ کسی سطح پر دشمن کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ فلسطین میں یاسر عرفات اسرائیل کے آگے جھک گئے اور محمود عباس سربسجود ہو گئے لیکن انتفاضہ کی تحریک نے اسرائیل کو زچ کر دیا۔ حماس P.L.O سے زیادہ مضبوط جماعت بن کر سامنے آئی۔ مشرف نے امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے، کشمیر پر یوٹرن لیا، مجاہدین کا ناطقہ بند کیا لیکن ایک دن بھی ایسا نہیں گزرتا کہ بھارتی فوج کا کشمیر میں نقصان نہ ہو۔ بلکہ یہ نقصان اور بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ امریکہ نے شام کو لبنان سے فوج نکالنے کا حکم دیا۔ شام نے خوفزدہ ہو کر فوری طور پر حکم پر عمل کیا، لیکن حزب اللہ 3 ہفتوں سے اسرائیل کی زبردست مزاحمت کر رہی ہے اور کونڈولیزا رائس کو لبنان آنے کی اجازت نہیں دی حالانکہ پاکستان، مصر اور سعودی عرب ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ بغداد کی گلیوں اور افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں میں امریکی فوجی بربریت کا مظاہرہ تو کر رہے ہیں لیکن حکومتی رِٹ قائم نہیں کر سکے۔

نائن الیون کے بعد امریکی صدر بش نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کی جو قوالی شروع کی تھی اور ایک دنیا کو حال آ گیا تھا، وہ رنگ بھی اب اتر رہا ہے۔ لبنانی بچوں کی لاشیں اب اسرائیل کو بدترین جارح اور ظالم ثابت کر رہی ہیں۔ جب تباہ شدہ عمارتوں کے سامنے بچوں اور عورتوں کی لاشیں موجود ہوں تو کسی فلاسفر کا فلسفہ زخم کا پھاہا نہیں بن سکتا۔ عوام کے ہتھیار اٹھانے پر سو اعتراض کئے جا سکتے ہیں لیکن دو سوالوں کا جواب شاید کسی کے پاس نہیں ہے۔ کیا کلسٹر بموں، سمارٹ بموں اور ڈیزی کٹر بموں کے ذریعے موت برسانے والوں پر محبت اور انسانیت کا درس اثر کر سکتا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ جب گھر کا چوکیدار غفلت کی نیند سو جائے تو کیا اہلِ خانہ کو ڈاکوؤں کو خوش آمدید کہنا چاہیے؟ ہم غیر ریاستی فوجی تنظیم کو درست نہیں سمجھتے، لیکن اِن دو سوالوں کا جواب ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔

انکارِ سنت یا انکارِ رسالت؟

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کا ایک فکر انگیز خطاب

گزشتہ ماہ 19 جون کو روزنامہ نوائے وقت کے زیرِ اہتمام حمید نظامی ہال میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ لیکچر کا موضوع تھا: ''انکارِ سنت یا انکارِ رسالت''۔ بانی محترم نے متذکرہ موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے انکارِ سنت کا تاریخی پس منظر اور دورِ جدید میں دجالیت کی تائید وحمایت سے اِس کے فروغ اور اشاعت کی کوششوں کی تفصیل بیان کی۔ اِس مفصل خطاب کی تلخیص کی گئی ہے' جو دو قسطوں پر مشتمل ہے۔ اِس سلسلہ کی پہلی قسط ملاحظہ ہو۔ (ادارہ)

آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد:

معزز حاضرین اور محترم خواتین! السلام علیکم۔ آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنا ہے' وہ ہے: انکارِ سنت یا انکارِ رسالت۔ آج پوری دنیا میں دجالیت کا غلبہ ہے۔ دجالیت کے مختلف پہلو اور کئی ایک صورتیں ہیں۔ اِن میں سے ایک پہلو انکارِ سنت ہے۔ اور انکارِ سنت درحقیقت' انکارِ رسالت ہے اور یہ وہ گمراہی ہے جس کی بنیاد تفریق بین اللہ والرسل ہے۔ یعنی یہ بات کہ ہم اللہ کو مانیں گے مگر رسول کو نہیں مانیں گے۔

آیئے اِس گمراہی کا تاریخی جائزہ لیں۔

قرونِ اولیٰ میں یہ فتنہ سب سے پہلے یہود کی طرف سے اٹھایا گیا۔ سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع میں اِس کا ذکر بایں الفاظ آیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔''

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اِن لوگوں نے رسالت پر ایمان کا دعویٰ نہیں کیا' صرف یہ دعویٰ کیا کہ ہم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے بیچ میں سے رسالت کی کڑی کو گم کر دیا۔ یہودیوں کا کہنا تھا کہ ہم بہت سے رسولوں کو مانتے ہیں' حضرت ابراہیمؑ' حضرت داؤدؑ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اور کئی دوسرے انبیاء ورسل کو برحق مانتے ہیں' آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ہم محض محمد (ﷺ) کی رسالت کو تسلیم نہ کریں تو ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا' لہٰذا ہمیں بھی مومن تسلیم کیا جائے اور مدینے کے معاشرے اور ریاست میں ہمیں وہ تمام حقوق دیئے جائیں جو مسلمانوں کو دیئے گئے ہیں۔ اُن کے اِس خیال کی نفی کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جب تک اِن کے ایمانیات میں ایمان بالرسالت شامل نہیں ہوگا' انہیں مومن تسلیم نہیں کیا جائے گا' خواہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں' لیکن درحقیقت اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں' البتہ اُن کو اِس کا شعور نہیں ہے۔

یہی معاملہ منافقین کا تھا۔ یہ منافقین یہودیوں کے درخت کے نیچے اندر گرد تھے۔ وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان کا دعویٰ کرتے تھے' مگر اُن کے کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ جھوٹے ہیں۔ چنانچہ سورۃ المنافقون میں فرمایا گیا:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱﴾

''اے نبی! جب منافق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔''

اُن کے دعویٰ ایمان کے نفی کی وجہ کیا تھی' منافقین یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے رسول کو مان لیا مگر رسول کا کام تو حق کو پہنچا دینا ہے جو آپؐ نے پہنچا دیا۔ رسول ﷺ کی اطاعت ضروری نہیں' ہاں قرآن کی ہم اطاعت کریں گے۔ رسول ﷺ کی اطاعت اُن پر سخت گراں تھی' یہی وجہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے چھ ماہ بعد نبی اکرم ﷺ نے قریش کے خلاف اقدام شروع کر دیا' آپؐ کے حکم پر صحابہؓ کافروں کا پیچھا کرنے لگے تو ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ ابھی تو قرآن میں قتال کا حکم نہیں آیا' آپؐ نے خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے (نعوذ باللہ)۔ اب یہاں نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور سنت سے انکار دراصل انکارِ رسالت کی ہی ایک صورت تھی جو منافقین نے اختیار کی۔

جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور اسلامی ریاست وجود میں آ گئی' تب سے پوری اسلامی تاریخ میں قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ قانون اور شریعت کے بنیادی ماخذ رہے ہیں۔ یہی دو ماخذ اجماع اور قیاس کی اساس تھے (اور ہیں)۔ چنانچہ پہلے ہزار سال تک اسلام کا قانونی' شرعی' تہذیبی اور تمدنی نظام انہی کی بنیاد پر چلتا رہا ہے۔ تا آنکہ تاریخ اسلام کا دوسرا ہزار سالہ دور شروع ہوا۔

الف ثانی (دوسری ہزاری) میں بھی انکارِ رسالت یا انکارِ سنت کا فتنہ بہت زور وشور سے شروع ہوا۔ اب اس کا منبع اکبرِ اعظم (لعنت اللہ علیہ) تھا۔ اکبر نے یہ کہا تھا کہ اللہ کی تقویم (کیلنڈر) میں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے' اور چونکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے ہزار سال پورے ہو گئے ہیں' لہٰذا (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کا دین ختم ہو گیا ہے۔ اب ہمارا دین یعنی دینِ الٰہی چلے گا۔ دینِ اکبری میں بھی اصل فتنہ انکارِ رسالت کا تھا۔ کہا گیا تھا کہ تمام مذاہب کی اخلاقی تعلیمات لے لو اور خدا کو مانو' اور ظاہر ہے خدا کو تو سب مانتے ہیں خواہ کوئی رام کہہ دے کہ رحمان کہہ دے' اور رسالت کا تصور جس پر شریعت کا دارومدار ہے ترک کر دو۔

اکبر کا خیال تھا کہ ہندوستان کا سب سے بڑا مسئلہ مذاہب اور شریعتوں کا اختلاف ہے۔ اسی بناء پر ہندوستان ایک بڑی طاقت نہیں بن سکا۔ لہٰذا شریعتوں کو ختم کر دیا جائے اور سب مذاہب کو ایک ہاون دستے میں کوٹ کر ایک بنا دیا جائے۔ اس گمراہ کن فکر کے پس پردہ انکارِ رسالت کی سوچ ایک شیطانی سوچ تھی' کیونکہ شریعت کا دارومدار رسالت پر ہے اور شریعت کے انکار کرنے کا مطلب صاحبِ شریعت یعنی پیغمبر ﷺ کا انکار ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اِس دور میں ایک مرتبہ پھر تفریق بین اللہ والرسل کا فتنہ انتہائی خوفناک صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اب کی بار اُس کی پشت پر امریکہ کی دجالی طاقت ہے۔ امریکہ اور اُس کے اتحادی منظم سازش کے تحت مسلمانوں کا رشتہ نبی اکرم ﷺ سے توڑنا چاہتے ہیں۔

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اکبر کے اِس فتنے کو ہمہ اوستی تصوف سے بھی تقویت حاصل ہوئی۔ اِس کے علاوہ اِسے بھگتی تحریک سے بھی مدد ملی، کیونکہ اِس تحریک کا بھی بنیادی نظریہ یہ تھا کہ شریعتوں سے ناطہ توڑلو اور اللہ ہی سے لولگاؤ۔ ہمارے ہاں ایک صوفی شاعر نے بھی یہ گمراہ کن الفاظ کہے تھے۔ مسجد، مندر ہیکڑوں نور (العیاذ باللہ)

اکبر کا دین الٰہی دراصل ایمان بالرسالت پر ضرب تھی، کیونکہ رسالت ہی شریعت کی تشکیل کرتی ہے۔ سنت رسول ﷺ سے دین کا پورا ڈھانچہ وجود میں آتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم میں بکثرت اقامت صلوٰۃ کا حکم آیا ہے مگر نماز کا طریقہ اور اِس کی جملہ تفصیلات قرآن میں موجود نہیں ہیں، اس کی پوری تفصیل ہمیں سنت نبوی ﷺ سے معلوم ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں نمازوں کی تعداد، رکعات اور اوقات معلوم ہوئے، اور یہ سنت کی برکت ہے کہ امت روز اول سے اقامت صلوٰۃ کے نبوی منہج پر پوری طرح کاربند ہے اور اِس میں کبھی اِس مسئلہ پر اختلاف پیدا نہیں ہوا۔

اکبر نے دین الٰہی کے نام سے جس خوفناک فتنے کا آغاز کیا تھا اس کا توڑ شیخ احمد سرہندیؒ (مجدد الف ثانی) نے کیا۔ انہوں نے اِس سیلاب کے آگے بند باندھا، اور عوام الناس کو اتباع رسول کی پرزور دعوت دی۔ آپ کے مکاتیب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سب سے زیادہ زور اطاعت اور اتباع رسول ﷺ پر دیا گیا ہے۔ بلاشبہ اگر مجدد الف ثانیؒ اِس فتنے کی سرکوبی نہ کرتے تو برصغیر پاک و ہند میں سے اسلام کا خاتمہ ہو جاتا۔ اقبال انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

حاضر ہوا میں شیخِ مجدّد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

اکبر کے بعد یہ فتنہ ایک مرتبہ پھر ایک ہندو راجا رام موہن رائے کے ذریعے اٹھا۔ راجا رام عربی اور فارسی کا بہت بڑا عالم تھا۔ ہندوستان میں جب عیسائی مشنریوں نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی تو اُس کے خلاف ''آئینہ تثلیث'' کے نام سے جو سب سے پہلی کتاب لکھی گئی وہ راجا رام موہن رائے رام ہی نے لکھی تھی۔ اس نے برہموسماج کی بنیاد ڈالی جس کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ اللہ کو مانو، مسلمانوں کی شریعت اور ہندوؤں کی منوسمرتی بنائے اختلاف ہیں، انہیں ترک کردو۔ گاندھی بھی برہموسماج کا پیروکار تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میرا گرو راجا رام موہن رائے ہے۔ گاندھی نے راجا رام کے چیلے کی حیثیت سے ہی متحدہ قومیت کا ڈول ڈھالا تھا۔ بعدازاں برہموسماج کے زیراثر وحدت ادیان کا فتنہ اٹھا۔ اسی کا مظہر تھا کہ گاندھی کی پرارتھنا میں کبھی قرآن کی قراءت بھی ہو جاتی تھی، کچھ وید بھی پڑھ لئے جاتے تھے۔ اور کچھ گرو گرنتھ بھی پڑھ لی جاتی تھی، تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمام مذاہب کی تعلیم ایک ہے، اِن میں کوئی فرق اور تقسیم نہیں ہے۔

اِس کے بعد گزشتہ صدی میں فتنہ انکارِ حدیث نے جنم لیا۔ حدیث کے انکار سے گویا رسالت کا انکار کیا گیا۔ یہ بالکل وہی انداز ہے جو منافقین نے اختیار کیا تھا۔ کہا گیا کہ ہم رسول ﷺ کو مانتے ہیں مگر موجودہ دور میں رسول کی اطاعت ضروری نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔ اِس گمراہی میں نمایاں نام غلام احمد پرویز کا ہے۔ اُس کا کہنا تھا کہ رسول ﷺ کی اطاعت تو صرف اُن کی زندگی میں لازم تھی، بعد کے ادوار کے لیے ضروری نہیں ہے۔ آپؐ کی سنت اسلامی قانون کا مستقل ذریعہ نہیں ہے۔ آپؐ کی اپنی زندگی تو مرکز ملت تھے کہ آپؐ ریاست مدینہ میں مسلمانوں کے حکمران تھے۔ اِس حیثیت سے آپؐ کی اطاعت لازم تھی مگر اب لازم نہیں ہے۔ اب مرکز چونکہ ملت حکمران وقت ہوتا ہے لہٰذا اُس کی اطاعت کی جائے گی۔

اطیعو اللہ واطیعو الرسول کی تفسیر وہ یہ کرتے تھے کہ ''اطیعو اللہ'' کا حکم تو دائمی ہے لیکن ''اطیعو الرسول'' کا حکم صرف اُس دور کے لیے تھا، دائمی نہیں تھا۔ دائمی ہدایت صرف قرآن ہے اور قرآن کی تشریح اور تفسیر کے لیے سنت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم خود عربی زبان کی مدد سے قرآن کی تفسیر کر سکتے ہیں۔ یہ گمراہی تفریق بین اللہ والرسل ہے۔ یعنی دین و شریعت کے معاملے میں اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق کرنا۔ جو لوگ اِس گمراہی میں مبتلا ہوں کہ اللہ کی تو اطاعت کریں، مگر رسول ﷺ کے احکام کو حجت نہ سمجھیں، اُن کی پیروی کو لازم خیال نہ کریں، اُن کے متعلق اللہ کا فتویٰ سنیے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴾ (النساء)

''بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور چاہتے ہیں کہ فرق کریں اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان، اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض رسولوں پر اور بعض کا انکار کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اختیار کرلیں کفر اور ایمان کے درمیان کوئی (تیسری) راہ، یہی لوگ کافر ہیں حقیقت میں، اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب۔''

غلام احمد پرویز کے انکارِ حدیث کے فتنہ کی رو میں بڑے بڑے لوگ بہہ گئے، مثال کے طور پر عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری، تمنا حمادی، نیاز فتح پوری وغیرہ۔ اِن منکرین حدیث میں

پریس ریلیز

27 جولائی 2006ء

کنڈولیزا رائس کی طرف سے ''نئے مشرق وسطیٰ کی تشکیل'' کا اعلان گریٹر اسرائیل کے قیام کا واضح اشارہ ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

یہودی لبنان اور شام کو فتح کر کے گریٹر اسرائیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مدینہ منورہ بھی گریٹر اسرائیل کے نقشہ میں شامل ہے۔ کنڈولیزا رائس کی طرف ''نئے مشرق وسطیٰ کی تشکیل'' کا اعلان گریٹر اسرائیل کے قیام کا واضح اشارہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے نجی ٹی وی کو انٹرویو کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ عالم کفر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے اور مسلمان حکمران خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔ اُنہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام میں مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والی کوئی شخصیت موجود نہیں۔ مسلمان اپنے عمل سے دین حق کی گواہی نہیں دے رہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم دنیا کے کسی ایک ملک میں صحیح اسلامی حکومت قائم نہیں کرتے، ہم عالم کفر کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔

(جاری کردہ: شعبۂ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

سے اور شخصیتیں تو گردش زمانہ کا شکار ہو گئیں' البتہ غلام احمد پرویز کا نام ابھی باقی ہے اور اس کا بپا کردہ فتنہ بھی زور وشور سے چل رہا ہے۔ اُن کی تقاریر کے کیسٹ ہر طرف پھیل رہے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے' وہ سرکاری افسر تھے۔ سرکاری حیثیت سے اُن کا ایک وسیع حلقہ تھا۔ اِس کے علاوہ مسلم لیگ کے حامی ہونے کے بنا پر بھی انہیں لیگی حلقوں میں مقبولیت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے اثر رسوخ کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور اِس فتنے کو خوب پھیلایا۔

جہاں تک اس فتنے کی سرکوبی کا تعلق ہے' بلاشبہ اصولی طور پر بہت سے علماء نے اس کا سر کچل دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے ہاں جدید تعلیم یافتہ طبقہ جس نے دین کی تعلیم کبھی حاصل ہی نہیں کی' وہ ہر اُس شخص سے جو چرب زبان ہو اور لوگوں سے گفتگو کا سلیقہ جانتا ہو' بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ غلام احمد پرویز نے بھی بعض لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ بہر حال علماء میں سے مولانا ادریس کاندھلوی نے اِس کے خلاف گراں قدر کام کیا ہے۔ انہوں نے ''حجیت حدیث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں ٹھوس دلائل کے ساتھ اِس فتنہ کا رد کیا۔ اِس حوالے سے خاص طور پر جو کام مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے کیا وہ بڑا وقیع ہے۔ انہوں نے انتہائی محکم دلائل سے اِس فتنہ کا توڑ کیا۔ میرے نزدیک اِس باب میں اُن کے پائے کی کوئی اور شخصیت نہیں ہے۔

سنت رسول ﷺ اسلامی شریعت اور قانون کا بنیادی ماخذ ہے۔ قرآن حکیم کی تفسیر بھی اِسی کی روشنی میں کی جا سکتی ہے۔ اگر سنت کی بجائے محض اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر قران کی تفسیر کی جائے گی تو قرآن کا مدعا کچھ سے کچھ ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم میں چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کی سزا کے متعلق فرمایا گیا:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ...... (۳۸) ﴾ (المائدہ)

''اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ اُن کے فعلوں کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔''

غلام احمد پرویز نے اِس کی عجیب تعبیر کی ہے۔ اُن کا کہنا یہ ہے کہ **"فاقطعوا ایدیھما"** (اُن کے ہاتھ کاٹ دو) کا مطلب ہاتھ کاٹ دینا نہیں ہے۔ یہ تو مولویوں نے سنت اور حدیث کی بنیاد پر مطلب نکال لیا ہے۔ اس سے مراد (بقول اُن کے) یہ ہے کہ ایسا ماحول بنا دیا جائے جس میں چوری کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ ذرا سوچئے' کہ یہ کس قدر گمراہ کن تعبیر ہے۔ اور یہ سنت سے انکار کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ **"فاقطعوا ایدیھما"** سے مراد ہاتھ کاٹنا ہی ہے۔ چنانچہ اِسی آیت کے اگلے حصہ میں یہ بھی فرما دیا گیا کہ یہ اُن کے کئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔ یعنی یہ سزا اِس لیے ہے تاکہ لوگ اِس سے عبرت پکڑیں۔ اب ظاہر ہے کہ عبرت ''ہاتھ کاٹنے کی سزا'' ہی سے حاصل کی جا سکتی ہے' ایسے ماحول سے حاصل نہیں کی جا سکتی جس میں چوری کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

دوسرے یہ کہ یہ خیال بھی درست نہیں ہے کہ محض ماحول بہتر بنا دینے اور معاشی کفالت کا انتظام کر دینے سے چوری کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو امریکہ اور سکینڈے نیوین ممالک میں چوریاں نہ ہوتیں' جہاں ویلفیئر اور بہبود کا نظام موجود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ چوری کا خاتمہ اسلامی سزا کے نفاذ سے ہوتا ہے۔ اِس کی مثال سعودی عرب ہے' جہاں ''قطع ید'' کے نفاذ کے برکت سے چوریاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اگرچہ اب جبکہ بیرونی ممالک سے بہت سے لوگ وہاں جا کر آباد ہوئے ہیں' کسی حد تک چوری کی شرح میں اضافہ ہوا ہے' تاہم صورتحال مجموعی طور پر قابو میں ہے۔

اِس دور میں ایک مرتبہ پھر تفریق بین اللہ والرسل کا فتنہ انتہائی خوفناک صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اب کی بار اُس کی پشت پر امریکہ کی دجالی طاقت ہے۔ امریکہ اور اُس کے اتحادی منظم سازش کے تحت مسلمانوں کا رشتہ نبی اکرم ﷺ سے توڑنا چاہتے ہیں۔ آپ ؐ کی سنت سے انہیں دور کرنا چاہتے ہیں۔ مغربی ممالک کے پرنٹ میڈیا میں پیغمبر اسلام ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے پس پردہ یہی ناپاک جذبہ کارفرما تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی ﷺ کی جو عظمت اور توقیر و تعظیم پائی جاتی ہے اُس پر ضرب لگائی جائے' اور نبی اکرم ﷺ سے اُن کا تعلق کمزور کیا جائے تاکہ اُن کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اہمیت ختم ہو جائے۔ [جاری ہے] (مرتب: محبوب الحق عاجز)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

<u>گوشۂ خواتین</u>

کیا آج کا مرد ایک کامیاب مرد ہے؟

عذرا فاطمہ

کیا کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے؟ آج کل یہ سوال بہت عام ہے۔ مختلف لوگ اس کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔ بعض منفی انداز میں دیتے ہیں اور کچھ مثبت انداز میں' مگر حقیقت کیا ہے؟ بلاشبہ حقیقت بہت خوفناک اور چشم کشا ہے۔ یہ بات تو بعد کی ہے' پہلے تو اس بات کا تعین کیا جائے کہ کامیابی کا معیار کیا ہے؟ کیا کامیابی کا معیار دولت کے انبار اور جدید سہولیات کی فراوانی ہے یا دینی تعلیمات سے مزین ایسی خوشگوار زندگی جو امن وچین اور سکون کی دولت سے مالا مال ہو۔

جرمنی کی ایک N.G.O کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے مردوں کی اوسط عمر عورت کے مقابلے میں تدریجاً کم ہو رہی ہے اور اس کے علاوہ مردوں میں Un-fertility عورتوں سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ عورت خواہ ماں ہے' بیوی ہے یا بیٹی مرد کے اعصاب پر سوار ہو چکی ہے اور اُسے اپنی خواہشات کی چکی میں اس طرح پیس دیا ہے کہ اُس کی ذاتی پسند و ناپسند بالکل ختم ہو چکی ہے۔ وہ اپنی ذات کے لیے تسکین یا آسائش حاصل کرنے کے بارے میں سوچتا ہی نہیں۔ مرد کو گھر کا سکون بھی میسر نہیں۔ عورت نے اس کی زندگی اجیرن بنا دی ہے۔ ساس بہو کا جھگڑا' نند بھابھی کی لڑائی نے اُس کے سکون واطمینان کو غارت کر دیا ہے۔ ماں بیٹے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور بیوی خود مرکز میدان رہنا چاہتی ہے' بیٹی اس لیے کندھوں پر سوار ہے کہ والد پر سب سے زیادہ حق اس کا ہے۔

اس ساری صورت حال میں مرد صرف اور صرف پیسہ کمانے کی مشین ہے جس کی نہ ذاتی تفریح ہے اور نہ سکون۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ آج کی عورت مرد کی کامیابی میں حصہ دار ہے۔ آج کا مرد تو کامیاب ہی نہیں بلکہ بری طرح ناکام ہے۔ پاکستان کی تقریباً چودہ کروڑ سے زائد آبادی میں 48% مرد اور 52% عورتیں ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج کیوں مائیں محمد بن قاسم جیسے فرزند پیدا نہیں کر رہیں؟ آج کیوں یوسف بن تاشفین یا طارق بن زیاد جیسے جلیل القدر مجاہد پیدا نہیں ہو رہے؟ اس کی وجہ صرف اور صرف ایک ہے کہ آج کی عورت ہوس زر کا شکار ہے۔ وہ بیٹا پیدا کر کے سوچتی ہے کہ کیسے اسے انگریزی کی تعلیم دلوا کر دولت کے انبار لگائے گی۔ وہ خود شمع محفل بن کر اپنا وقار کھو چکی ہے کھلے سر اور چاک گریبان کے ساتھ وہ حقوقِ نسواں کے نعرہ تو لگا سکتی ہے مگر فاطمۃ الزہرہؓ نہیں بن سکتی' عائشہ صدیقہؓ بننا گوارا نہیں کرتی اور زینب بنتِ علیؓ جیسی پاکیزگی سے اسے محبت نہیں ہے۔

گھر سے پڑھ لکھ کے نکلیں گی کنواری لڑکیاں
ذ ... و آزاد خوش رو ساختہ پرداختہ

لاشوں کے سوداگر

عراق اور عراق سے باہر صیہونی مافیا کے انسانی اعضاء کے گھناؤنے کاروبار کے حوالے سے چشم کشا رپورٹ

شہباز ہندی

''نامعلوم بندوق بردار نے آج بغداد کے شمالی مشرقی علاقے میں بس میں سوار اکیس (21) لوگوں کو ہلاک کر دیا جس میں بارہ ہائی اسکول کے طلبہ تھے جو امتحان دینے کے لیے بکوبہ جا رہے تھے۔ مرنے والوں میں اُنیس (19) شیعہ اور دو (2) کرد تھے''۔

(ایشین ایج' 4 جون 2006ء)

مغربی میڈیا اس ہلاکت کے لیے سنی گروپوں کو ذمہ دار ٹھہرانے میں اتنی ہی چابک دستی کا مظاہرہ کرتا ہے جتنا اس کے برخلاف ہونے والی ہلاکتوں کے لیے شیعوں کو موردِ الزام ٹھہرانے میں' اسے ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ عراق میں مسلکی تشدد کی وارداتوں کے نام پر اصل حقیقت کو بڑے پُرفریب انداز میں چھپایا جا رہا ہے۔ دراصل غیرملکی فوجی مستقر پر حملے کے علاوہ اکثر ہونے والی وارداتوں کے پیچھے اس عالمی صیہونی مافیا کا ہاتھ ہے جو بڑے پیمانے پر انسانی اعضاء کی خرید فروخت (Organ Trading) کے گھناؤنے کاروبار میں ملوث ہے۔ امریکہ نے عراق پر جب سے ''آزادی'' مسلط کی ہے تب سے اس کاروبار سے جڑے لوگ انسانی لاشوں کا سودا کر کے اربوں ڈالر منافع کما چکے ہیں۔

عرب ذرائع ابلاغ نے خفیہ ترین یورپین فوجی رپورٹ کے حوالے سے یہ سنسنی خیز خلاصہ شائع کیا ہے' جس کے مطابق:

''امریکی ڈاکٹروں کی ایک خفیہ ٹیم فوج کے ذریعے عراقی مسلح دستوں پر کیے جانے والے حملوں کا مستعدی سے تعاقب کرتی ہے' اور شدید طور پر زخمی اور ہلاک ہونے والوں کو طبی سہولیات پہنچانے کے نام پر فوری آپریشن (Quick Operation) کر کے ان کے جسموں کے قیمتی اجزاء کو نکال کر محفوظ کر لیتی ہے' جنہیں بعد میں فروخت کرنے کے لیے امریکہ اور دیگر ممالک کو بھیجا جاتا ہے۔ رپورٹ میں دس لاشوں کے مسخ کیے جانے اور جسم کے کئی اجزاء کے غائب ہونے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ کچھ لاشیں بغیر سر کے پائی گئی ہیں۔ امریکی فوج اب تک اس کی معقول وجہ بتانے سے قاصر ہے۔ اس کی یہ تاویل کہ شاید گولی لگنے سے جسم کا وہ حصہ بری طرح متاثر ہو گیا ہو' نہ صرف سچائی کو چھپانے کی ناکام کوشش ہے بلکہ طبی نقطۂ نظر سے بھی ناقابل قبول ہے۔ نیز فلوجہ میں جو مسخ شدہ اور جلی ہوئی لاشیں برآمد کی گئی تھیں ان کے ساتھ بھی یہی گھناؤنا فعل دہرایا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ابوغریب اور دیگر جیلوں میں ہلاک کیے گئے حریت پسندوں کا آپریشن کر کے ان کی آنکھیں' گردے' پھیپھڑے اور دل نکال لیے گئے تھے' اس کے بعد لاشوں کو یا تو جلا دیا گیا یا انہیں کہیں محفوظ جگہ پر ٹھکانے لگا دیا گیا۔''

یورپین فوجیوں نے جب اس حوالے سے اپنے اعلیٰ حکام کو مطلع کیا تو معاملے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے انہیں خاموش رہنے کی ہدایت دی گئی۔ انسانی اعضاء کی امریکہ' یورپ اور اسرائیل میں کافی کھپت ہے۔ امریکہ میں روزانہ 17 جسمانی

> پروفیسر نینسی کہتی ہیں: انسانی اعضاء کے اس عالمی کاروبار کا ماسٹر مائنڈ دراصل اسرائیل کے سب سے بڑے ہسپتال بلنسن میڈیکل سینٹر کا سربراہ ذکی شپیرہ ہے۔ ملک اور بیرون ملک میں وہ اب تک ایسے سینکڑوں آپریشن کر چکا ہے۔ وہ اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھتا ہے

اعضاء کے ناکام ہو جانے سے مر جاتے ہیں اور وہاں اعضاء کی طلب میں 236 گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ جہاں یورپ میں چالیس ہزار لوگ گردے کی دستیابی (Kidney Transplantation) کے منتظر ہیں وہیں اسرائیل میں گردے کے امراض میں مبتلا لوگوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

زندگی کی حریص ان اقوام کو موت سے بے حد ڈر اور گھبراہٹ ہوتی ہے' اس لیے عطیے میں ملنے والے گردے (Donated Kidney) کے لیے چار سے سات سال تک کا طویل انتظار انہیں تڑپ تڑپ کر مرنے کے مانند لگتا ہے۔ اس کا فوری حل اس طور پر دریافت کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ہلاک کر کے ان کے جسمانی اعضاء نکال کر ان کی گلوبل مارکیٹنگ کی جائے۔ امریکی طبی ماہرین نے اس کے لیے عراق میں اپنے سینکڑوں گائیڈ مقرر کر رکھے ہیں جو انہیں دھماکوں یا ہلاکتوں کی بروقت اطلاع فراہم کرتے ہیں' تاکہ زخمیوں کے جسموں سے آنکھیں' دل' پھیپھڑے اور گردے نکالے جا سکیں۔ یہ ٹیمیں انہیں ایک صحیح سالم گردے کے لیے چالیس ڈالر اور ایک آنکھ کے لیے پچیس ڈالر مہیا کراتی ہیں۔ یہ تصویر کا صرف ایک رُخ ہے' تصویر کا دوسرا رُخ بھی اس سے کم تشویش ناک نہیں ہے۔

پچھلے پندرہ سالوں کی معاشی پابندیوں اور جنگوں نے عراق کے اقتصادی ڈھانچے کو بری طرح متاثر کر دیا ہے۔ وہاں بے روزگاری کی شرح ساٹھ فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ اس سنگین صورت حال نے عراقی شہریوں کو عالمی جسمانی اعضاء مافیا (International Human Organ Traffiking Mafia) کا آسان شکار بنا دیا ہے۔ غربت و افلاس' بیماری اور بے گھر عوام اپنے جسمانی اعضاء فروخت کر رہے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جنہوں نے ان کے ملک کی یہ درگت کی ہے' انہی کے ہاتھوں وہ اپنی عظمت کی درگت کروانے پر مجبور کر دیے گئے ہیں۔ عراقی پولیس میں شامل ہو کر 150 ڈالر ماہانہ تنخواہ پر اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کے بجائے اپنے جسم کے کسی حصے کو فروخت کر کے پانچ سے دس ہزار ڈالر حاصل کر لینا انہیں کم خطرناک سودا لگتا ہے۔ حالانکہ یہ ان کے دین اور شریعت کے منافی عمل ہے۔ اسلام نے جسم کے کسی بھی عضو کی خرید و فروخت اور منتقلی کو سخت گناہ اور ممنوع قرار دیا ہے۔ اسی لیے عراق کے اعلیٰ حکام کا کہنا ہے کہ کبھی شہری ازخود ایسا نہیں کرتے' بلکہ زیادہ تر مافیا کے ذریعے یرغمال بنا لیے جاتے ہیں اور زبردستی ان کے اعضاء کو نکال کر امیر تاجروں کے ہاتھوں فروخت کر دیا جاتا ہے۔

ملک میں یہ کاروبار اتنا منظم ہو چکا ہے کہ دستیاب ہو جانے کے کچھ ہی منٹوں بعد آپ کو اپنا مطلوبہ عضو فراہم کر دیا جائے گا۔ بغداد کا کراما ہسپتال وہ مقام ہے جہاں آپ آسانی سے گردہ خرید سکتے ہیں۔ ایک شخص جس کا نام بشر ہے اور جو ہسپتال کے سامنے بظاہر چائے اور کولڈ ڈرنک کی دکان لگاتا ہے' لیکن اس کا اصل کاروبار یہی ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے کہتا ہے: ''میں آپ کے لیے ایک صحت مند گردے کا بندوبست کر دوں گا جس کی قیمت دو سو سے تین ہزار ڈالر کے درمیان ہوگی۔ بس آپ مجھے اپنے خون کا نمونہ فراہم کر دیں اور اس سے پہلے کہ آپ یہ پیپسی ختم کریں' آپ کا کام ختم ہو چکا ہوگا۔'' گردہ فروخت کرنے والا الصدر شہر کا 32 سالہ بے روزگار نوجوان علی حسین اس کی وجہ بتاتا ہے' وہ سینہ چھلنی کر دینے کے لیے کا

تی ہے: ''میں چار بچوں کا باپ ہوں اور میری بیوی کافی بیمار ہے' میرے پاس کاروبار نہیں ہے اور مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے' اس لیے میں نے اپنے گردے بیچنے کا فیصلہ کیا ہے''۔ حالانکہ الخیال ہسپتال کے Transplant Department کے ڈاکٹر کریمہ عباس اس خرید وفروخت کے سخت مخالف ہیں 'لیکن علی حسین جیسے لوگوں کی مظلومانہ دلیلوں پر وہ بھی یہ کہہ کر خاموش ہوجاتے ہیں کہ: ''یہ ہمارے ملک کے لیے یقیناً انتہائی سنگین گھڑی ہے''۔

ایسا نہیں ہے کہ یہ کھیل آج صرف عراق میں ہی کھیلا جا رہا ہے' بلکہ اسرائیل میں یہ گھناؤنا کھیل بہت پہلے سے جاری ہے۔ 13 دسمبر 2004ء کو ایران کے سحرا چینل نے ''زہرا کی

ایران کے سحرا چینل نے ''زہرا کی نیلی آنکھیں'' کے نام سے ایک ہفتے کا ایک پروگرام نشر کیا جس میں دکھایا گیا کہ اسرائیلی سرجن فلسطینی بچی کی آنکھیں نکال رہے ہیں

نیلی آنکھیں'' کے نام سے ایک ہفتے کا ایک پروگرام نشر کیا تھا جس میں دکھایا گیا تھا کہ کس طرح اس فلسطینی بچی کی آنکھیں اسرائیلی سرجنوں نے نکال لی تھیں۔ چین پر بھی یہ الزام کئی بار عائد کیا جا چکا ہے کہ وہاں قیدیوں کا آپریشن کر کے ان کے اعضاء نکال لیے جاتے ہیں۔

WHO سے وابستہ یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کی پروفیسر نینسی اسچیر ہکس نے اس گھناؤنے کاروبار پر نظر رکھنے کے لیے Organ Watch تنظیم بنائی ہے۔ ان کے مطابق 1980ء میں یہ غیر قانونی Organ Transplant Trade شروع ہوا۔ امریکی اور جاپانی طبی دلال بڑے ہسپتالوں کے لیے یہ کام کرتے ہیں۔ وہ آنکھ' گردہ' دل اور پھیپھڑا نکال کر لاش کو سڑک کے کنارے یا ہسپتال کے مردہ گھر میں پھینک دیتے ہیں۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ دنیا میں اس کاروبار میں ملوث اور اس سے فائدہ اٹھانے والے زیادہ تر یہودی ہیں۔ برازیل' فلپائن' مشرقی یورپ' جنوبی افریقہ' روس' رومانیہ' امریکہ' اسرائیل اور اب عراق تک پھیل جانے والے اس گروہ کا سرغنہ ایلان پیری ہے۔ اس گروہ کی قوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کسی بھی ملک کی حکومت اس سے وابستہ افراد کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ مثال کے طور پر جنوبی افریقہ کے ایک شہر سے اس گروہ سے وابستہ ایک شخص روڈیرک کیبری کو رنگے ہاتھوں انسانی اعضاء کی سودے بازی کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا تو اس کے خلاف 24 مقدمے درج ہوئے' لیکن وہ معمولی سا جرمانہ دے کر اسرائیل روانہ ہو گیا۔ اسی طرح جب اپنا گردہ فروخت کرنے والے 30 برازیلی شہریوں کو گرفتار کیا گیا تو ان کے تار بھی اسی یہودی مافیا گروہ کے گیڈالیہ توبر اور ایلزر رامون سے جڑے پائے گئے۔ سابق اسرائیلی پولیس افسر توبر نے بتایا کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ اس کے ملک کے قانون کے مطابق یہ ایک جائز عمل ہے۔ پروفیسر نینسی کہتی ہیں کہ ''انسانی اعضاء کے اس عالمی کاروبار کا ماسٹر مائنڈ دراصل تل ابوڈ ہسپتال کا سابق ڈائریکٹر اور اس وقت اسرائیل کے سب سے بڑے ہسپتال بلنسن میڈیکل سینٹر کا سربراہ ذکی شپیرہ ہے۔ ملک اور بیرون ملک میں اب تک وہ ایسے سینکڑوں آپریشن کر چکا ہے۔'' اس کے قریبی وکیل کے مطابق ''وہ اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے باقاعدہ اسرائیلی حکومت کی آشیرباد حاصل ہے۔'' محکمۂ صحت کا ترجمان سمن گلک بڑی معصومانہ دلیل دیتا ہے کہ ''ہر کوئی جانتا ہے کہ شپیرہ کیا کر رہا ہے' لیکن شواہد کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہم اسے ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔'' خواہ دنیا کے تمام ممالک میں اس انسانیت سوز کاروبار کو ناجائز اور غیر قانونی قرار دیا گیا ہو' لیکن اسرائیل میں یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ قومی خدمت کا کام سمجھا جاتا ہے۔ اسی لیے پیری جیسے مافیا باقاعدہ اسرائیلی اخبارات میں اشتہار چھپوا کر انسانی اجزاء کی کھلے عام تجارت کر رہے ہیں اور ملک کی انشورنس کمپنیاں میڈیکل انشورنس کے نام 70 سے 80 ہزار ڈالر کی کثیر رقم فراہم کر کے اس رجحان کو فروغ دے رہی ہیں۔

اسرائیل میں انسانی اعضاء کے کثیر مطالبے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ شاید ہی کوئی یہودی مرنے کے بعد اپنے جسم کے کسی عضو کو ہبہ کرتا ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ انسانی جسم مقدس ہے اور تدفین تک اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنا چاہیے۔ یہودیوں کے جسم کا صحیح سالم رہنا اس لیے ضروری ہے کہ اُن کے خیال میں مسیح موعود کی آمد کے موقع پر یہ دوبارہ وجود میں آ جائے گا۔ یہ ہے یہودی اخلاقیات کا وہ تنگ دائرہ جس کے اندر تمام یہودی تو مقدس (Sacred) ہیں' لیکن اس کے باہر کی باقی دنیا غلام (Gholem) ہے جس کے جسم' مال و دولت اور عزت و آبرو کو جیسے چاہے روندا جا سکتا ہے۔ Kidney Transplant کروانے کے خواہش مند ابرک پچ کی یہ دلیل صیہونیت کے اسی گھناؤنے تصور کی عکاسی کرتی ہے کہ ''ہر شخص اپنے جسم کا مالک ہے۔ اگر کوئی اپنا عضو فروخت کرنا چاہتا ہے تو اسے یقیناً ایسا کرنا چاہیے۔''

اس خطرناک رجحان پر روک لگانے کے لیے چار ممالک کے آٹھ ڈاکٹروں کے برطانوی میڈیکل جرنل لان سٹ نے ایک مضمون شائع کروایا ہے جس کا عنوان ہے: ''گردہ فروخت کرنے کا معاملہ''۔ مضمون نگاروں کے مطابق: ''اگر امیروں کے اس خطرناک شغل کی کھلی چھوٹ دے دی گئی تو پھر اس رجحان کو روکنا بے انتہا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ دنیا کی غریب اقوام کے لوگ اپنے اقرباء کی زندگی بچانے' غربت اور قرض کے دلدل سے باہر نکلنے یا بنیادی انسانی ضرورتوں کی فراہمی کے لیے اپنے گردے کا سودا کرنے لگیں گے۔ یہ اس لیے بھی آسان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ انسان ایک گردے کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔''

جمہوریت' آزادی اور انسانی حقوق کی حفاظت کے نعرے کی آڑ میں صیہونی مقتدرہ جس نئے عالمی نظام اور کمرشل ازم کو دنیا میں متعارف کرا رہی ہے وہ دراصل الٰہی اقتدار کو مسمار کر کے ایک ایسا نظام برپا کرنا ہے جہاں انسانی عظمت و وقار کی کوئی حیثیت باقی نہ رہے گی' جہاں انسان تجارتی اشیاء کے مانند شے بن جائے گا اور اس کے جسمانی اعضاء موٹر سائیکل کے کل پرزوں کی طرح شاپنگ سینٹروں میں بکتے نظر آئیں گے۔ تو کیا ہم بھی اپنی بولی لگوانے کے لیے مارکیٹ میں جانے کے لیے تیار ہیں؟

✿ ✿ ✿ ✿

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق پروفیسر عباس علی چودھری سعودی عرب میں ٹریفک حادثے میں انتقال فرما گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی گلستان جوہر کے رفیق جناب افتخار جمیل کے بھائی وفات پا گئے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتك وحاسبھما حسابا یسیرا

دعائے صحت کی درخواست

☆ تنظیم اسلامی کورنگی کراچی کے رفیق سید نعمان اختر کا موٹر سائیکل سلپ ہونے کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ان کی ہمشیرہ کو فریکچر ہو گیا ہے اور انہیں بھی چوٹیں آئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ دونوں کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

مصر کا محاذ کھلنے سے پہلے (1)

ذکر ہو رہا ہے سلطان نورالدین زنگی کا' جو ماضی کے مسلمان سلاطین اور بادشاہوں میں اپنے اخلاقی اوصاف کی وجہ سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اُس کی نیکی اور پاک بازی' اُس کا زہد اور تقویٰ' اُس کی سیاست اور تدبیر کاری' اُس کی شجاعت و بہادری' اُس کی علم و ہنر کی قدر دانی' علماء کی خدمت' صلحاء کی عزت' یہاں اُس کے سوانح لکھنا ہمارا مقصد نہیں۔ ہم اُسے صرف صلیبی جنگوں کے میدان میں متحرک دکھائیں گے۔ اس میدان میں اُسے اپنے دائیں بائیں دو عظیم شخصیتیں حُسنِ قدرت سے دستیاب تھیں۔ ایک نجم الدین ایوب جو صلاح الدین ایوبی کا باپ تھا۔ وہ نورالدین کا سب سے عزیز اور معتمد مشیر تھا۔ دوسرے اسدالدین شیرکوہ جو صلاح الدین ایوبی کا چچا تھا۔ وہ نورالدین کی افواج کا کمانڈر انچیف اور اُس کی قوت تھا۔

دمشق کی فتح کے بعد نورالدین نے چھوٹے چھوٹے شہر افامیہ' الرہا' قورس' تل خالد' مرعش' عین تاب' نہر الجوز اور چند دوسرے قلعے بزورِ شمشیر چھین لیے۔ سب سے بڑھ کر جلدک کی عیسائی چھاؤنی پر قبضہ کیا۔ طرسوس کی فتح کے بعد سلطان نورالدین زنگی صلیبیوں کے دوسرے مقبوضات کی طرف توجہ کرنا چاہتا تھا کہ اُس کے لیے دو بڑے مسائل اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلے یہ کہ غیر ذمہ دار اور خود غرض مجیرالدین جسے نورالدین نے دمشق کا حاکم مقرر کیا تھا' ایک بار پھر بدعہدی پر اُتر آیا اور وہ صلیبیوں کے ساتھ سازباز کر کے نورالدین کے خلاف کارروائیاں کرنے لگا۔ دوسرا حادثہ مسلمانوں کے شہر عسقلان پر عیسائیوں کا قبضہ تھا۔

عسقلان پر عیسائیوں کا قبضہ

عسقلان ایک ساحلی شہر تھا اور وہ مصر کی فاطمی حکومت کے تحت تھا اور سلطان نورالدین کی عمل داری میں شامل نہیں تھا۔ عسقلان پر یروشلم کے نوجوان بالڈون نے نورالدین کے دمشق فتح کرنے سے ایک سال پہلے قبضہ کیا تھا۔ جنوری 1153ء میں بالڈون نے شہر کا محاصرہ شروع کیا اور چھ ماہ تک کسی کامیابی کے بغیر محاصرہ جاری رکھا۔ صلیبیوں نے لکڑی کی کلیں اور مینار وغیرہ تیار اور استعمال کیے' مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور مصری خلافت نے بھی یہاں کے مسلمانوں کی امداد تو کیا' امداد کے بارے میں سوچا تک نہیں۔ مصر کا فاطمی خلیفہ ایک عیاش نوجوان تھا۔ امورِ سلطنت سے اُسے کوئی سروکار نہ تھا۔ لڑائی کے دوران عیسائیوں کی ایک کل (مشین) کو مسلمانوں نے آگ دکھا دی۔ مخالف ہوا نے آگ کے شعلوں کو اُلٹا شہر کی طرف پھیر دیا' جس سے شہر پناہ جل کر خود ہی گر پڑی۔ یوں قدرت نے بھی بہادر بالڈون کا ساتھ دیا۔ شہر پناہ میں شگاف پڑنے سے عیسائی شہر کے اندر گھس گئے' مگر باہر سے کوئی امداد نہ پہنچی تو وہیں کاٹ ڈالے گئے۔ اہلِ شہر نے شگاف کی مرمت کر لی اور عیسائی فوج اور خود بالڈون محاصرہ چھوڑ کر واپس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ واپسی کے لیے آمادہ نہ ہوا اور انہوں نے تازہ جوش سے

> سلطان نورالدین زنگی نے کہا:
> ہمیں عیسائیوں کے سچے غم پر رحم کھانا چاہیے۔ انہوں نے اپنا ایک اچھا اور سچا بادشاہ کھو دیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ میں غم کی حالت میں اُن کی زندگی میں خلل ڈالوں اور ایسی سلطنت پر حملہ کرنے کا موقع حاصل کروں جس سے خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے

حملہ کیا۔ اہلِ شہر بھی خوب لڑے' لیکن انہیں شکست ہوئی اور انہوں نے عسقلان عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔

اُس زمانے میں سلطان نورالدین زنگی مسلمان علاقوں کی اندرونی خانہ جنگیوں کو دُرست کرنے میں مصروف تھا کہ یروشلم کے بادشاہ بالڈون نے 1157ء میں موقع پا کر دمشق پر چڑھائی کر دی' لیکن نجم الدین ایوب نے اُس کو حکمت عملی سے لوٹا دیا۔ چند ماہ کے بعد بالڈون کا انتقال ہو گیا۔ یورپی دنیا کے عیسائیوں کو شاہ یروشلم کی وفات پر صدمہ ہوا۔ نورالدین کے مشیروں نے مشورہ دیا کہ عیسائیوں کی اِس کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے اور یروشلم پر حملہ کر کے قبضہ کرنا چاہیے۔ سلطان نورالدین نے اپنے مشیروں کو جو جواب دیا' وہ تاریخ عسکریات میں سنہری الفاظ میں لکھنے کے لائق ہے۔ اُس نے جواب دیا:

"ہمیں عیسائیوں کے سچے غم پر رحم کھانا چاہیے۔ انہوں نے اپنا ایک اچھا اور سچا بادشاہ کھو دیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ میں غم کی حالت میں اُن کی زندگی میں خلل ڈالوں اور ایسی سلطنت پر حملہ کرنے کا موقع حاصل کروں جس سے خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

بالڈون کی وفات کے بعد اُس کا بھائی اموری یافہ' عسقلان اور یروشلم کا بادشاہ ہوا۔

اب صلیبی جنگوں کا میدان بجائے شام کے مصر قرار پاتا ہے۔ لیکن مصر جانے سے پہلے دمشق کا فیصلہ ہونا ضروری ہے' جس کے حاکم مجیرالدین نے صلیبیوں کے ساتھ مل کر نورالدین زنگی کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ عیسائی بھی یہی چاہتے تھے کہ مصر میں محاذ کھولنے سے پہلے دمشق پر قبضہ کر لیا جائے' جبکہ وہاں کا حاکم پہلے ہی درونِ خانہ اُن کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ سلطان نورالدین نے مجیرالدین کو اُس کی بے حمیتی اور بے غیرتی کا سبق سکھانے سے پہلے اپنے سپہ سالار شیرکوہ کو ایک ہزار لشکریوں کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ کیا' تاکہ اس سلسلے میں وہ مجیرالدین سے بات کرے اور اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔

دمشق پہنچ کر شیرکوہ نے مجیرالدین سے ملاقات کی درخواست کی تو اُس نے بڑی سختی سے کہلا بھیجا کہ میرے نوکدار نیزے اور میری تیز تلواریں ہی تم سے ملاقات کریں گی۔ شیرکوہ کو مجیرالدین کے اِس جواب پر غصہ تو بہت آیا' لیکن چونکہ اس کے پاس صرف ایک ہزار کا لشکر تھا' اور پھر جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے اُسے سلطان نورالدین سے اجازت لینی تھی' لہٰذا اُس نے دمشق کے نواح میں پڑاؤ ڈالا اور صورتِ حال کی اطلاع سلطان کو بھیج دی۔

سلطان کو جب مجیرالدین کی اِس بداخلاقی کا علم ہوا تو وہ سخت طیش میں آیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ حلب سے نکلا اور بڑی تیزی سے دمشق کا رُخ کیا۔ اس طرح دمشق پہنچ کر شیرکوہ کے ساتھ سلطان نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ جب شیرکوہ اور سلطان نے شہر کی فصیل پر حملے شروع کیے' تب مجیرالدین نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ فصیل کے اوپر سے سلطان اور شیرکوہ کے لشکریوں پر آگ برسائیں' لیکن یہ سلسلہ زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکا' اس لیے کہ سلطان کے لشکریوں نے فصیل کا ایک حصہ توڑ دیا تھا اور وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ دمشق کے لشکری پہلے ہی مجیرالدین سے بددل تھے۔ وہ سلطان نورالدین زنگی کے خلاف جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے' لہٰذا انہوں نے فوراً ہتھیار ڈال دیے۔ سلطان نے انہیں عام معافی دے دی۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے لیے چار احکامات جاری کیے:

1۔ کسی بھاگتے ہوئے شہری یا لشکری کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔
2۔ کوئی لشکری دمشق کے کسی گھر میں داخل نہیں ہوگا۔
3۔ دمشق کے لشکر میں سے جو لوگ زخمی ہوئے ہیں' اُن کے

ساتھ بہتر سلوک روا رکھا جائے گا۔

4۔ دمشق شہر کے اندر کسی بھی شخص کی جان اور مال کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔

مجیر الدین سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ اس موقع پر اگر کوئی اور حکمران ہوتا تو مجیر الدین کی گردن کاٹ کر رکھ دیتا' اس لیے کہ اُس نے بار بار سلطان کے ساتھ بدعہدی کا ثبوت دیتے ہوئے صلیبیوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی تھی' لیکن سلطان بڑا رحم دل تھا۔ اُس نے مجیر الدین کو معاف کر دیا اور حمص شہر میں اس کی گزر بسر کے لیے جاگیر بھی عطا کر دی۔

دمشق پر سلطان نورالدین زنگی کا قبضہ تاریخ اسلام کا انتہائی اہم واقعہ ہے۔ فتح دمشق سے خلیفہ بغداد کو اس قدر خوشی ہوئی کہ اُس نے سلطان نورالدین زنگی کو ''الملک العادل'' کا خطاب دیا اور مبارک باد بھی بھیجی۔

دمشق کے بعد حارم شہر کی فتح

دمشق کے فتح کے بعد سلطان نورالدین زنگی نے عیسائیوں کے شہر حارم کا رُخ کیا۔ وہاں کے لوگ ہر موقع پر سلطان کے خلاف جنگوں میں بھر پور حصہ لیتے تھے۔ حارم اُن دنوں عیسائیوں کی سلطنت انطاکیہ میں شامل تھا اور سلطان نورالدین زنگی کے دارالحکومت حلب کے مغرب میں واقع تھا۔ سلطان نے حارم کا محاصرہ کر لیا۔ انطاکیہ کا بادشاہ حارم کے عیسائیوں کی مدد کے لیے بڑی تیزی سے پہنچا' لیکن سلطان نے شہر سے باہر اُن کی کمک پر حملہ کر کے اُسے بدترین شکست دی اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ کی طرف بھاگ گیا۔

اب سلطان نے محاصرے میں زیادہ سختی کی تو حارم شہر کے لوگوں کو پتا چل گیا کہ اُن کا بادشاہ شکست کھا کر بھاگ گیا ہے۔ انہوں نے اسے پیغام بھیجا کہ نورالدین کے مقابلے میں کامیاب ہونا مشکل ہی نہیں' ناممکن ہے' اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم نورالدین زنگی کو کچھ علاقوں کی آمدنی بطور تاوان دے کر اُس سے صلح کر لو۔ حارم کے بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور اُس نے بلا تامل اس پر سلطان سے صلح کر لی۔

حارم شہر کے باہر سلطان نورالدین زنگی کے ہاتھوں انطاکیہ جیسی بڑی عیسائی ریاست کے بادشاہ کی بدترین شکست کا' فرانس کے بادشاہ کو بڑا دُکھ ہوا۔ اُس نے ایک وفد سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور دونوں حکمرانوں کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا کہ کم از کم ایک برس تک امن رہنا چاہیے اور دونوں حکمران ایک دوسرے کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کریں گے۔

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ سلطان نورالدین زنگی نے اس معاہدے کی سختی سے پابندی کی' لیکن فرانس کے بادشاہ نے بدعہدی کا ثبوت دیا اور حلب کی طرف جانے والے قافلے کو اس نے لوٹ لیا۔ سلطان خاموش رہا اور مناسب وساز گار موقع کا منتظر رہا۔

شام میں قیامت خیز زلزلے

اسی دوران عالم اسلام ایک بہت بڑی مصیبت سے دوچار ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ ملک شام میں قیامت خیز زلزلے شروع ہوئے۔ دور دور تک ایسی تباہی و بربادی پھیلی کہ بہت سے قصبوں کا نام ونشان مٹ گیا اور وہ زمین میں دھنس گئے۔ شہر شیزر میں رات کو لوگ سوئے ہوئے تھے کہ زلزلہ آیا۔ اور پورا شہر ملبے کا ڈھیر بن گیا اور ہزاروں شہری ملبے تلے دب کر مر گئے۔ ان میں شہر کا حاکم اور عالم اسلام کا بہترین کمانڈر ابی عساکر بھی شامل تھا۔

دمشق شہر کو بھی زلزلوں نے تہہ و بالا کر دیا تھا۔ شہر کی تمام قدیم و جدید عمارتیں زمیں بوس ہو گئی تھیں۔ اہل دمشق زلزلے کے خوف سے شہر سے نکل کر کھلے میدانوں اور باغوں میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔ شام کا کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں تھا جو زلزلے کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہا ہو۔ اس قدرتی آفت کے وقت سلطان نورالدین زنگی نے آرام وسکون اور چند گھنٹوں کی نیند تک کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ لشکر کے مختلف گروپ بنا کر سلطنت میں پھیلا دیے۔ شہر شہر' قصبہ قصبہ' بستی بستی حاجت مندوں میں رقم تقسیم کی گئی۔ جو قلعے' محلے اور فصیلیں گر گئی تھیں' دوبارہ تعمیر کی گئیں۔ جن غریب لوگوں کے مکانات گر گئے تھے' سلطان نے اپنے خرچ پر اُن کے گھر دوبارہ تعمیر کرا دیے۔

قلعہ بانیاس پر قبضہ

زلزلے کی وجہ سے جب شہروں کی فصیلیں گر گئیں تو عیسائیوں نے سوچا کہ ان شہروں کو فتح کرنے کے لیے قدرت نے ہمیں سنہری موقع عطا کیا ہے' ہمیں اس سے بھر پور فائدہ اٹھانا چاہیے' چنانچہ ایک بہت بڑا متحدہ لشکر تیار ہوا اور مختلف قصبوں کو فتح کرتا ہوا شہر حمص کی طرف بڑھا۔ سلطان نورالدین زنگی کو جب عیسائیوں کی اس حماقت کی خبر ہوئی تو وہ برق رفتاری سے طوفان کی طرح بڑھا۔ حمص کے نواح میں ہولناک جنگ ہوئی۔ عیسائیوں کے متحدہ لشکر کو شکست ہوئی۔ سلطان نے قلعہ بانیاس تک اُن کا تعاقب کیا' یہاں تک کہ اُس نے بانیاس کا محاصرہ کر لیا۔

بانیاس میں سمندر سے چار میل کے فاصلے پر صلیبیوں کی ایک مضبوط چھاؤنی تھی۔ چند روز تک اہل شہر نے مقابلہ کیا' بالآخر جب عیسائیوں نے دیکھا کہ سلطان نورالدین نے شہر کے اندر داخل ہو کر اُن کے لشکر کا خاتمہ کر دیا ہے' تب وہ امان امان پکارتے ہوئے معافی مانگنے لگے۔ اس موقع پر عام معافی دی گئی اور سرکشوں کو گرفتار کیا گیا۔

بانیاس کی جنگ میں نورالدین زنگی کے چھوٹے بھائی نصرت الدین زنگی کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ سلطان نورالدین زنگی نے اپنے بھائی کی آنکھ ضائع ہونے پر اُسے مخاطب کر کے کہا:

''میرے عزیز بھائی! اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہاد کی وجہ سے جنت میں تیرے لیے کیا کیا نعمتیں رکھی ہیں تو تُو دوسری آنکھ بھی اللہ کی راہ میں دینے کی خواہش کرے گا۔'' (جاری ہے)

هفت روزہ مبتدی تربیت گاہ

آغاز: 6 اگست 06ء، 5 بجے شام___ اختتام: 12 اگست 06ء، نماز ظہر

تنظیم اسلامی کے تمام مبتدی رفقاء جنہوں نے ابھی تک مبتدی تربیت گاہ میں شرکت نہیں کی' انہیں

قرآن اکیڈمی جھنگ

میں خوش آمدید

تربیت گاہ میں شرکت فرما کر تنظیمی فکر کو پختہ کریں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

برائے رابطہ: 0300-4204035 6366638,6316638

ہدایات

قرآن اکیڈمی پہنچنے کیلئے باہر سے آنیوالے حضرات بس اسٹینڈ سے آٹو رکشہ (کرایہ 40 روپے) یا چنگ چی (کرایہ 10 روپے) لیں اور تقریباً 3 کلومیٹر فاصلے پر ٹوبہ روڈ پر آفیسرز کالونی کے ساتھ لالہ زار کالونی نمبر 2 میں واقع اکیڈمی میں تشریف لائیں۔

رابطہ جھنگ: 047-7628856-7628361

کیا ہم جنگ کے لیے تیار ہیں؟

نجیب صدیقی مرحوم کی ایک تحریر جو آج بھی ہم سے جواب کی طلبگار ہے

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

بھارت کے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کی بیوہ سونیا گاندھی نے کہا ہے کہ ہم نے پاکستان میں اپنی ثقافت متعارف کرا کر ایک ایسی جنگ جیتی ہے جو ہتھیاروں سے جیتنا ناممکن تھی۔ اب کی بار ہم نے پاکستان پر ایک ثقافتی یلغار کی ہے جس نے پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے بمبئی کے فائیو سٹار ہوٹل میں ''جدید جنگ اور ہم'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ سونیا گاندھی کا کہنا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جدید جنگوں کی حکمت عملی میں تبدیلی آ گئی ہے۔ اب سرحدوں پر لڑائی نہیں لڑی جاتی بلکہ اب نظریاتی جنگ کا دور ہے۔ برصغیر پاک و ہند کو چند مذہبی جنونیوں نے اپنے مقاصد کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا، مگر پاکستان جس کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا مگر تاریخ اور حقائق گواہ ہیں کہ ہم نے اس اسلامی ملک میں اپنی ثقافت متعارف کرا کر دو قومی نظریہ کو پاش پاش کر دیا۔ آج پاکستان کا بچہ بچہ ہماری ثقافت کا دلدادہ ہے۔ اور تو اور اب پاکستانی ٹیلی ویژن بھی ہمارے مذہبی رقص بڑے فخر سے دکھا کر ہمارا کام آسان کر رہا ہے۔ اب ہمیں پاکستان کو ہتھیاروں سے نشانہ نہیں بنانا پڑے گا۔ (بحوالہ روزنامہ ''جنگ'')

محترمہ سونیا گاندھی کی تقریر کا اقتباس جو اخبار کی زینت بنا ہے وہ حقیقت پر مبنی اور ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی تھا، مگر المیہ یہ ہے کہ ہماری آنکھیں ہیں ہی نہیں۔ ہم تو اندھے ہیں۔ اگر ہماری آنکھیں ہوتیں تو پچیس سال قبل ضرور جاگ جاتے، جب اندرا گاندھی نے یہ کہا تھا کہ ''ہم نے ایک ہزار سالہ شکست کا بدلہ لے لیا ہے اور دو قومی نظریہ ہار گیا ہے۔'' مگر ہم نے تو خود اپنے ہاتھوں سے پاکستان کو دولخت کیا تھا، بنگلہ دیش بنایا تھا اور کہا تھا کہ وہ ہماری معیشت پر بوجھ ہے۔ حالانکہ ہمارے بغیر بھی وہ جی رہا ہے اور پھر بوجھ اتار کر ہم نے کون سی اپنی معیشت بہتر بنالی ہے۔

محترمہ سونیا گاندھی خواہ مخواہ ثقافتی جنگ جیتنے کا اعزاز لے رہی ہیں۔ اور ناچ گانا راگ رنگ ہندو ثقافت کا جزو لازم تھے تو کم از کم ہمارا بھی اعلیٰ طبقہ اس کا کوئی کم ''قدر دان'' نہ تھا۔ ہم اپنی بے سروسامانی کے باوجود فلم سازی کے میدان میں بہت جلد نہ صرف خود کفیل ہو گئے تھے بلکہ بھارت کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔ اسی طرح ہمارے ٹی وی پروگرام خود بھارت میں ''سراہے'' جاتے ہیں۔

محترمہ سونیا گاندھی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ دور نظریاتی جنگ کا ہے۔ ان کی یہ بات سو فیصد صحیح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسانی تخلیق کے ساتھ ہی نظریاتی جنگ کا آغاز ہو چکا تھا تو یہ بات یقیناً درست ہوگی۔ نظریہ کی پشت پر فکر و فلسفہ کا ایک نظام ہوتا ہے، جس کے بل پر وہ نفوذ کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس نظریہ کی بات محترمہ سونیا گاندھی کر رہی ہیں اس نظریہ کی پشت پر کون سا فکر و فلسفہ ہے اور اس میں کتنی جان ہے۔

موجودہ دنیا میں آزادی کا تصور جس کی کوکھ سے جمہوریت برآمد ہوئی ہے۔ آب و تاب سے نظر آ رہا ہے۔ ثقافتیں اس کے تابع ہیں۔ آزادی کے ہر تصور کی اس میں پیوند کاری ہو رہی ہے۔ اگر اس تصور کے فروغ میں شادی کا بندھن حائل ہے تو اُسے بھی مسترد کیا جا چکا ہے۔ حد یہ ہے کہ امرد پرستی کو مغرب نے دستوری تحفظ فراہم کیا ہے۔

مغرب کی ثقافت اور ہندی ثقافت میں جو چیز قدر مشترک ہے وہ عریانیت ہے۔ جب کہ ہماری تہذیب کے لئے یہ چیز زہر قاتل ہے۔ عریانیت اور بے حیائی سے اسلامی تہذیب کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ وطن عزیز میں عریانیت پر مبنی ثقافتی یلغار کو روکنے کے بجائے ہم نے اس کے لیے اپنا دامن کشادہ کر دیا ہے۔ آزادی کا یہ فکر و فلسفہ جس نے مغرب کی عائلی زندگی کو تباہ کر دیا ہے، دُم کٹی لومڑی کی طرح ہمیں بھی تباہی میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ آزادی اگر انسانیت کی تذلیل کی قیمت پر ہو تو وہ آزادی نہیں ہے ننگ ہے، توہین ہے، حیوانیت ہے۔

محترمہ سونیا گاندھی نے جن مذہبی جنونیوں کا ذکر کیا ہے یورپ انہیں بنیاد پرست کہتا ہے اور ان کے ساتھ دہشت گرد کا لقب مزید بڑھا دیا گیا ہے۔ مغرب نے پروپیگنڈے کے پورے زور و شور کے ساتھ اس کے خلاف پوری دنیا میں محاذ بنا رکھا ہے۔ ہر اس نشان کو مٹانے کی کوشش جاری ہے جس سے بنیاد پرستی کی جھلک آتی ہو۔ مغرب کی اس کورانہ تقلید میں بلکہ مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ہم نے بھی بنیاد پرستی کے خلاف ''ڈنڈا'' اُٹھا لیا ہے۔ ہماری موجودہ حکومت کی اولیں خواہش یہ ہے کہ اس عمارت کو ڈھا کر مغربی تہذیب کے فلیٹس تعمیر کیے جائیں۔ اس کی بنیادوں پر تیشہ چلا رہا ہے۔ تعلیم میں بنیادی تبدیلی لائی جا رہی ہے اور ذرائع ابلاغ کو بے حیائی کے فروغ پر لگا دیا گیا ہے۔

ہمارے حکمران جو یورپ اور امریکہ سے آشیر باد وصول کرنے میں پیش پیش ہیں، انہیں کون بتائے کہ ملک ہی ''بنیاد پرستی'' کے عنوان پر بنا تھا۔ بنیاد پرستی کو ڈھانا، اس ملک کو ڈھانا ہے۔ ہندو ثقافت کو اگر اپنانا تھا تو اس تقسیم کی ضرورت کیا تھی۔ کیا ہم اپنی ثقافت کے اظہار سے یتیم ہو چکے ہیں، کہ غیروں کی ننگی ثقافت کی سرپرستی چاہتے ہیں۔ عوام کی بے حسی کی وجہ سے ہمارے حکمرانوں کو اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کی بنیاد پر حملہ کر رہے ہیں۔ اسلامی ثقافت جس کے فروغ کے لیے پاکستان بنا تھا، اسے نفرت کے کھاتے میں ڈال کر بے حیا تہذیب کو لانا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس ثقافتی یلغار کو روک سکتے تھے وہ آپس میں دست و گریباں ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو مسلک کے دائرے سے نہیں نکل سکتے، بے شک کفر کا تسلط قائم ہو جائے، انہیں منظور ہے مگر مل جل کر اس نظام کو قائم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ وہ جماعتیں جو دین کو ایک نظام کی حیثیت سے نافذ کرنا چاہتی ہیں وہ بھی متفرق ہیں۔ وہ جماعتی عصبیت میں مبتلا ہیں۔

جس اخبار میں محترمہ سونیا گاندھی کا بیان چھپا ہے اسی میں جماعت اسلامی کے امیر محترم جناب قاضی حسین احمد صاحب کا بھی بیان موجود ہے جس میں موصوف نے فرمایا ہے: ''نواز شریف اپنی قوت ہمارے پلڑے میں ڈال دیں، ایک سال میں حکومت سے نجات کی گارنٹی دے سکتے ہیں۔'' (بحوالہ روزنامہ ''جنگ'') اس بات کا جواب تو جناب نواز شریف صاحب دیں گے۔ ہم تو یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ کی منزل تو اسلام ہے، اسلامی نظام کا قیام ہے۔ اسلامی معیشت، سیاست، عدالت کا قیام، اسلامی ثقافت کا فروغ ہے، پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ماضی میں اسلام نافذ نہیں کیا، اب انہیں ساتھ ملا کر آپ اپنی منزل پالیں گے۔

جہاں تک اسلامی ثقافت کا تعلق ہے تو وہ احکامات کا مجموعہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیے گئے ہیں۔ ہم نے اس ثقافت سے منہ پھیر کر چار پانچ قومی ثقافتوں کو متعارف کرایا ہے۔ ہم نے اپنی تقسیم خود کی ہے۔ وہ چیز جو ہمیں جوڑنے والی تھی یعنی ''دین'' اسے ہم نے کمزور سے کمزور تر کر دیا۔ زبان کی بنیاد پر، علاقے کی بنیاد پر، صوبے کی بنیاد پر اپنی ثقافت چمکائی، جس کا نتیجہ آج ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم بکھر گئے۔ آپس میں دست و گریباں ہیں۔ ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ ثقافت انسان کی پہچان ہوتی ہے اور ہماری ثقافت ہمارا ''دین'' ہے۔ یہی ہماری پہچان ہے۔ یہی ہماری ثقافت ہے۔ اس کو اگر ہم نے کمزور کر دیا جیسا کہ ہمارے ارباب اقتدار اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں تو ہم پر لازماً دوسری ثقافتوں کی یلغار ہوگی، جیسا کہ محترمہ سونیا گاندھی نے کہا ہے۔ یاد رکھیے! آج بین الاقوامی سطح پر اسلامی ثقافت کے خلاف جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کیا ہم اس جنگ کے لیے تیار ہیں۔ کیا ہم اپنے اسلامی تشخص کو بچانے کے لیے آمادہ ہیں؟

حج وعمرہ پر جانے والوں کے لیے ہدایات

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ہم لوگ حج اور عمرے کی ادائیگی کے لیے مکۃ المکرمہ کا سفر کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس مقدس سفر پر روانہ ہونے سے قبل راسخ العلم علمائے کرام سے مسائل دریافت کر لیے جائیں تاکہ حج اور عمرہ سنت کے مطابق صحیح طور پر ادا ہوں' تمام ارکان ترتیب و تنظیم کے ساتھ انجام پائیں' اور یہ حج اور عمرہ گناہوں کی معافی اور روحانی بالیدگی کا سبب بنے۔ مناسک حج وعمرہ کی ادائیگی کے مسائل سے واقفیت کے علاوہ کچھ عام سی باتیں ہیں جن کا تعلق ادب و احترام' نظم ونسق اور اخلاقیات سے ہے' اُن کا خیال رکھنا بھی از بس ضروری ہے۔ ذیل میں ایسی چند باتیں زائرین کی یاددہانی کے لیے درج کی جاتی ہیں' ان پر عمل کرنے سے جہاں وہ خود آسانی میں رہیں گے وہاں دوسروں کو بھی مشکل اور پریشانی سے بچائیں گے۔

1۔ حجر اسود کا بوسہ لینے کی ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس جگہ جم غفیر جمع ہوجاتا ہے۔ **دھکم پیل** کا منظر وہاں کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔ حکم یہ ہے کہ اگر آسانی سے حجر اسود کا بوسہ لے سکو تو لے لو مگر کسی دوسرے کو دھکا مت دو' ایسی صورت میں اُس کے سامنے سے گزرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنا اور اللہ اکبر کہنا کافی ہے۔ جب یہ اجازت موجود ہے تو پھر بوسہ لینے کے لیے **دھکم پیل** کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

2۔ خانہ کعبہ کا طواف بہت بڑی نیکی ہے۔ طواف خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے سے مکمل ہوتا ہے۔ یہ حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود پر ختم ہوتا ہے۔ طواف کرنے والے کو چاہیے کہ جب وہ ساتویں چکر میں ہو تو آہستہ آہستہ ہجوم سے باہر نکلنا شروع کر دے' یہاں تک کہ جب وہ حجر اسود پر استلام کے بعد طواف ختم کر رہا ہو تو خود بخود بآسانی طواف کرنے والوں سے باہر نکل چکا ہوگا۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ آخری چکر پورا کرنے کے بعد طواف کرنے والوں کے درمیان سے سیدھا باہر نکلتے ہیں اور دوسروں کے طواف میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں جو اچھی بات نہیں' اس طرح ہر چکر کے اختتام پر چلتے چلتے ہی استلام کر لینا چاہیے۔ اکثر لوگ استلام کرتے ہوئے حجر اسود کے سامنے چند سیکنڈ کے لیے رک جاتے ہیں۔ یہ معمولی سا رکنا بھی طواف میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ اور طواف میں رکاوٹ پیدا کرنا درست نہیں۔

3۔ طواف مکمل کر کے مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھنا ہوتے ہیں مگر عام طور پر مقام ابراہیم پر طواف ہو رہا ہوتا ہے' ایسی صورت میں وہاں سے پیچھے ہٹ کر نفل ادا کرنے چاہئیں۔ تاکہ طواف میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ کچھ لوگ اہل کاروں کے روکنے کے باوجود عین طواف کے اندر کی جگہ نماز شروع کر دیتے ہیں اور کرنے والوں کے لیے رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں۔

4۔ احرام کی حالت میں ایک چادر بطور تہبند باندھ لی جاتی ہے اور دوسری اوپر کے جسم پر اوڑھ لی جاتی ہے۔ بعض لوگ احرام باندھنے میں احتیاط نہیں کرتے اور اُن کی ناف ننگی ہو جاتی ہے' حالانکہ ناف مرد کے ستر میں شامل ہے اور ستر کا چھپانا نہایت ضروری ہے۔

5۔ مسجد حرام بڑی وسیع وعریض جگہ ہے۔ سنت اور نفل پڑھتے وقت ایسی جگہ تلاش کریں جو گزرگاہ نہ ہو تاکہ نماز کی حالت میں آگے سے لوگوں کے گزرنے کا امکان نہ رہے۔ خود بھی کسی نمازی کے آگے سے گزرنے سے احتراز کریں۔ اژدحام کی وجہ سے نمازی کے آگے سے گزرے بغیر چارہ نہ رہے تو اور بات ہے۔ صرف اپنی پسند کی جگہ لینے کے لیے نمازیوں کے آگے سے گزرنا یا ان کے کندھے پھلانگنا درست نہیں۔

6۔ مطاف میں داخل ہونے کے لیے بہت سے راستے ہیں' اُن راستوں میں بیٹھنا درست نہیں اس طرح گزرنے والوں کے لیے رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے جو اچھی بات نہیں۔

7۔ بہتر یہ ہے کہ حرم میں داخل ہوں تو موبائل فون پاس نہ ہو یا پھر بند ہو۔ اگر موبائل کھلا ہو اور اُس کی گھنٹی دورانِ نماز بجنا شروع ہو جائے تو بہت سے لوگوں کی نماز میں خلل کا باعث ہوگی۔ اس میں احتیاط بہت ضروری ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ عین طواف کے چکر لگا رہے ہوتے ہیں اور ساتھ موبائل فون پر باتیں بھی کر رہے ہوتے ہیں یہ کسی طور پر مناسب نہیں۔ طواف تو پوری دل جمعی اور اللہ کے ذکر کے ساتھ ہونا چاہیے' وہاں باتیں کرنے سے احتراز کیا جانا چاہیے۔

8۔ حرم شریف کے اندر اور باہر صحن میں جوتے رکھنے کے لیے جگہیں موجود ہیں۔ اپنے جوتے وہاں رکھنے چاہئیں اور جگہ یاد رکھنی چاہیے۔ لوگ اپنے جوتے رکھ کر جگہ بھول جاتے ہیں اور اپنا جوتا تلاش کرتے رہتے ہیں' نہ ملے تو سمجھتے ہیں کوئی دوسرا لے گیا' حالانکہ ایسا ہوتا نہیں۔ کچھ لوگ اپنے جوتے حرم کے صحن میں بے حفاظت چھوڑ جاتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو اگر اُن کا جوتا پڑا ہو تو لے لیتے ہیں ورنہ پڑے ہوئے کوئی سے سلیپر پہن لیتے ہیں۔ تاہم اگر کسی کو کوئی بھی جوتا نہ ملے تو وہاں گیٹ پر موجود اہل کار جوتے کا انتظام کر دیتے ہیں۔

9۔ اکثر عورتیں نظم و ضبط میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ حرم شریف میں ڈیوٹی پر موجود اہل کار عورتوں کو الگ جگہ پر نماز پڑھنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ اُن کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے مردوں کے درمیان سے نکل کر عورتوں کے لیے مخصوص جگہ پر ہی نماز پڑھیں۔ اگر عورتیں طواف میں ہوں تو نماز کا وقت آجانے پر فوراً طواف سے نکل کر نماز کی جگہ پر آجائیں۔ تاکہ نماز میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی نہ ہوں۔

10۔ زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزاریں یعنی مکۃ المکرمہ میں قیام سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ Shopping اور سیر وتفریح میں وقت ضائع نہ کریں۔ کسی دن نماز فجر اور نمازِ ظہر کے درمیانی وقفے میں زیارتوں کے لیے نکل جائیں۔ احتیاط رکھیں کہ مکۃ المکرمہ کے قیام کے دوران کوئی نماز بھی حرم سے باہر نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ حرم میں پڑھی ہوئی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے' اور روز روز تو حرم شریف جانا نہیں ہوتا۔

11۔ ہمارے ہاں کئی آدمی نماز ادا کرنے کے بعد آرام کرنے کی غرض سے مسجد میں لیٹ جاتے ہیں' حرم شریف میں بھی لوگ ایسا کرتے ہیں مگر بعض لیٹنے والے وہاں اس طرح لیٹے ہوتے ہیں کہ بے خبری میں اُن کے پاؤں عین خانہ کعبہ کی طرف دراز ہوتے ہیں اور اللہ کا گھر وہاں سے صاف نظر آرہا ہوتا ہے' اول تو حرم شریف میں آرام کرنے کے لئے لیٹنا ہی مناسب نہیں اور پھر خانہ کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر لیٹنا تو ادب کے سراسر خلاف ہے۔ اس میں احتیاط ضروری ہے۔

اُٹھتے جاتے ہیں مرے دل کو لبھانے والے

محمد سمیع

عبدالواحد عاصم اٹھاون سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔ اِس مختصر عمر میں اُنہوں نے جس جذبہ اور لگن سے دین کا پیغام عوام تک پہنچایا وہ یقیناً قابل رشک ہے۔ اپنے تنظیمی رفقاء سے اُنہوں نے محبت کا خصوصی رشتہ قائم کیا ہوا تھا اور بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے اُنہیں جو عقیدت تھی اُس سے متاثر ہو کر اُن کے رفیق محمد سمیع گویا ہیں:

اللہ کو نہ جانے کیا منظور ہے' ہمارے وہ تمام بزرگ رفقاء جن سے میرا خاطر تعلق رہا ہے' اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ نجیب صدیقی صاحب مرحوم ہوئے' شیخ جمیل الرحمٰن اللہ کو پیارے ہوئے۔ عبدالطیف کھوکھر صاحب پر ناگہانی موت وارد ہوئی اور اب عبدالواحد عاصم صاحب بھی چل بسے۔ دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتا ہوں کہ یہ سلسلہ توازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج تم کل ہماری باری ہے

ان دنوں کی بات ہے جب میں نے جماعت اسلامی کو خیر باد کہا تھا اور کسی متبادل جماعت کی تلاش میں تھا۔ بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اس زمانے میں تنظیم اسلامی کے امیر تھے' اور ان کے پروگرام کراچی کے مختلف مقامات پر ہوا کرتے تھے۔ میں نے ان پروگراموں میں شرکت شروع کی۔ میرے مشاہدے میں یہ بات آئی کہ ایک صاحب جن کے سر پر جناح کیپ' جسم پر واسکٹ اور ہاتھ میں ایک بریف کیس ہوتا ہے' وہ ہمیشہ ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ صاحب عبدالواحد عاصم ہیں۔ اِس سے مرحوم کی بانیٔ تنظیم سے قربت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابتدا میں آپ ہی نے کراچی میں تنظیم اسلامی کے شجر کی آبیاری کی۔ ابھی زیادہ دنوں کی بات نہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ''تنظیم اسلامی کراچی کی امارت ابتدا میں ''واحدین'' کے درمیان جھولا جھولتی تھی۔ کبھی میں امیر ہوا کرتا تھا اور سید واحد علی رضوی معتمد اور کبھی سید واحد علی رضوی امیر اور میں معتمد ہوا کرتا تھا۔''

جب میں تنظیم میں شامل ہوا تو ان سے تعارف ہوا' اور وہ دن اور ان کی حیات کا آخری مرحلہ' میں نے انہیں ہمیشہ انتہائی ہمدرد اور مشفق انسان پایا۔ دعوت کے کام کے لیے مجھے کیسٹس وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو وہ مجھے مہیا کر دیتے۔ ان کی دوکان تنظیم کے آرام باغ والے دفتر کے قریب ہی واقع ہے (کراچی میں پہلے تنظیم کا بھی ایک دفتر ہوا کرتا تھا)۔ اس کے ایک گوشہ کو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے کیسٹس اور کتب کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہ تو مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ کیسٹس کے اعتبار سے مرحوم کو ایک امتیازی مقام یہ حاصل تھا کہ ان کے پاس ڈاکٹر صاحب کے تمام کیسٹس کی ماسٹر کاپی موجود ہوا کرتی تھی (جو بعد میں انہوں نے انجمن خدام القرآن کو منتقل کر دی)۔ رفیق تنظیم آغا امان اللہ خان جو آج کل عارضۂ قلب کے حملے کے بعد اپنے گھر تک ہی محدود ہو گئے ہیں' ان کے ہاں ملازمت کرتے تھے۔ وہ ڈاکٹر صاحب کے دروس و خطابات کے کیسٹس کی ریکارڈنگ کرتے تھے اور اُن کو رفقاء تک پہنچاتے تھے۔

میں تنظیم کے ہمہ وقتی کارکن کی حیثیت سے آرام باغ کے دفتر میں بیٹھنے لگا تو ان کے ساتھ میرے قرب اور تعلق میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہ مجھے رہنمائی فراہم کیا کرتے تھے۔ اس تعلق خاطر کی بنا پر انہوں نے مجھے اپنی عملی زندگی کے ابتدائی ایام کے بارے میں بہت ساری باتیں بتائیں۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح ایک حکومتی محکمے (غالباً PWD) میں ملازمت اختیار کی اور انہیں ملازمت کے دوران کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر کیوں انہیں اس نوکری کو خیر باد کہنا پڑا۔ اپنے ڈاکٹر صاحب سے تعلقات کے حوالے سے بھی انہوں نے بہت ساری باتیں بتائیں۔

مرحوم میں بہت ساری خوبیاں تھیں۔ ان کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ کسی معاملہ کے بارے میں جو بھی موقف اختیار کرتے' اس کے لیے ان کے پاس مضبوط دلائل ہوتے تھے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر وہ اپنے موقف کو منوانے میں کامیاب بھی ہو جاتے تھے۔ وہ بیک وقت تنظیم اور انجمن کے ناظم مکتبہ بنائے گئے اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے نظامت کا حق ادا کر دیا۔ اس کے علاوہ ایک زمانے میں انہوں نے پورے پاکستان میں ''الہدیٰ لائبریری'' کے قیام کا عزم کیا لیکن اپنی کاروباری مصروفیات کی بنا پر وہ اس میں زیادہ کامیاب نہیں ہوئے' البتہ یہ ضرور ہوا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جو ان کا آبائی علاقہ ہے' نظم تنظیم کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔

میں چونکہ جماعت اسلامی سے تنظیم اسلامی میں آیا تھا' لہٰذا میرے ذہن کا ایک خاص سانچہ بنا ہوا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب حالات حاضرہ کے ضمن میں کچھ ایسی باتیں کہہ جاتے جس کو میرا ذہن ہضم نہیں کر پاتا اور میں اس بارے میں ان سے گفتگو کرتا تو وہ اپنے خاص انداز میں کہتے ''بھائی سمیع! آپ سمجھے نہیں!''۔ اس کے بعد وہ مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے۔ ان کی گفتگو سے اندازہ ہوتا کہ ان کے دل میں ڈاکٹر صاحب کا کتنا احترام تھا اور وہ ان کی فکر سے کتنے واقف تھے۔ اپنے رفقاء کے لیے وہ انتہائی شفیق اور ہمدرد تھے۔ میں ایک مرتبہ جب ہرنیا کے آپریشن کے سلسلے میں ہسپتال میں محض چند دنوں کے لیے داخل ہو پڑا تو وہ کئی بار میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ افسوس کہ ان کی طویل علالت کے دوران میں ان کی عیادت کا وہ حق ادا نہ کر سکا جو انہوں نے میری مختصر سی علالت کے دوران ادا کیا تھا۔ آج جبکہ وہ ہمارے درمیان موجود نہیں تو ان کی مشفقانہ اور اپنائیت پر مبنی باتیں یاد آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

قارئین متوجہ ہوں

محکمۂ ڈاک کی طرف سے بیرونِ ملک ڈاک کے نرخ بڑھا دیئے گئے ہیں' لہٰذا یکم جولائی 2006ء سے بیرون ملک جرائد کا سالانہ زرِ تعاون درج ذیل ہے:

	ممالک	میثاق	حکمت قرآن	ندائے خلافت
1۔	امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ	1500روپے	1400روپے	3000روپے
2۔	ایشیا' یورپ' افریقہ وغیرہ	1200روپے	1100روپے	2500روپے
3۔	انڈیا	900روپے	700روپے	2000روپے

او آئی سی کون سی توپ چلا لے گی؟

آصف محمود

بہت شور بپا تھا۔ بڑا واویلا مچا تھا ''او آئی سی کا اجلاس بلایا جائے''۔ مروت کا تقاضا تو یہ ہے میں آپ سب کو مبارک دوں کہ آخر کار امت مسلمہ انگڑائی لے کر بیدار ہوگئی ہے اور تین اگست کو او آئی سی کی میٹنگ ہو رہی ہے لیکن میں چاہتا ہوں یہ مبارک او آئی سی کے ''معرکۃ الآراء'' اجلاس تک ملتوی کر دی جائے۔ سردست میرے پیش نظر یہ سوال ہے کہ او آئی سی کون سی توپ چلا لے گی؟ میں کبھی بھی ریاضی کا ایک اچھا طالب علم نہیں رہا لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ صفر کے ساتھ کتنی ہی صفریں جمع کر دو جواب صفر ہی رہتا ہے۔

او آئی سی کا یہ اجتماع بھی صفروں کا مجموعہ ہوگا۔ یہ صفریں جتنے دن بیٹھ کر آپس میں جمع ہوتی رہیں اور ایک دوسرے سے ضرب کھاتی رہیں جواب صفر ہی رہے گا۔

او آئی سی سے کوئی امید وابستہ کرنے والوں کے لیے سب سے بہتر مشورہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نفسیاتی معالج سے رجوع کریں' ان ممالک کی حالت آپ کے سامنے ہے۔

پاکستان اور ایران کے علاوہ کسی ملک کے پاس ڈھنگ کا اسلحہ نہیں۔ کویت کی کل جنگی قوت 6 جہاز اور 8 کشتیاں ہیں' یہ عام موٹر بوٹس ہیں جن کے اوپر گنیں فٹ ہیں۔ قطر کے پاس 13 جہاز ہیں۔ جس لبنان کی فتح مبین کی پیش گوئیاں کی جا رہی ہیں اس کا یہ حال ہے کہ اس کے پاس ریگولر آرمی ہی نہیں ہے۔ شام' اردن' عرب' سب کا یہی حال ہے۔ کچھ عیاشی میں غرق ہیں' کچھ کے ہاتھ میں کشکول ہے۔ بعض ایسے ہیں جو عیاشی افورڈ نہیں کر سکتے اور بھیک میں انہیں کچھ ملتا نہیں۔ یہ ممالک جب ایک چھت تلے جمع ہوں گے تو کچھ تو اپنی عیاشیاں یاد آئیں گی اور ان کا خون سفید ہو جائے گا' کچھ اپنے کشکول کی یاد میں ٹھنڈی آہ بھر کر چپ ہو جائیں گے' قبرستان کا سکوت ہوگا اس محفل میں۔ یہ امریکہ کے بچے جموروں کا ایک ایسا اجتماع ہوگا جس میں ہر آدمی خاموش رہنے کی دعا کرے گا۔ ہر حکمران کی خواہش ہو گی کہ حاضری ہی سے کام چل جائے' کچھ بولنا نہ پڑے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں اس اجلاس میں بنگلہ دیش اسرائیل کو للکارے گا' بحرین تل ابیب کو آنکھیں دکھائے گا' لبنان کی شیر مارکہ بلی اولمرٹ سے پنجہ لڑائے گی' کویت اور قطر بش کو دھمکی دیں گے' اردن برطانیہ پر معاشی پابندیاں عائد کر دے گا' حامد کرزئی امریکہ کی اقتصادی امداد بند کر دیں گے' سعودی عرب اپنے اعلیٰ تحقیقاتی سائنسی اداروں اور اپنی عظیم درسگاہوں سے مغربی طلبہ کو نکال کر مغرب کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا' تاجکستان امریکہ کو اسلحہ دینا بند کر دے گا اور

> او آئی سی کا اجلاس امریکہ کے بچے جموروں کا ایک ایسا اجتماع ہوگا جس میں ہر آدمی خاموش رہنے کی دعا کرے گا' ہر حکمران کی خواہش ہو گی کہ حاضری ہی سے کام چل جائے' کچھ بولنا نہ پڑے۔ مجھے یقین ہے' بہت سے اسلامی ممالک اس میٹنگ میں شامل ہونے سے پہلے واشنگٹن فون کر کے اس کی اجازت لیں گے

پاکستان ایک فون کر کے بش سے پوچھے گا کہ تم ہمارے ساتھ ہو یا اسرائیل کے ساتھ؟ تو بش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے' اس کے پسینے چھوٹ جائیں گے' اور حواس باختہ ہو کر اسرائیل کو واپسی کا حکم دے دے گا۔

مسلم دنیا نہ معاشی طور پر کسی قابل ہے' نہ عسکری طور پر۔ آمریتوں نے اس کا ستیاناس کر دیا ہے۔ ہم سوئی تک نہیں بنا سکتے' دنیا میں کہیں ہمارا اسلحہ فروخت نہیں ہوتا۔ دنیا کے بڑے دانشوروں میں ایک بھی مسلمان نہیں۔ دنیا کی بڑی یونیورسٹیوں میں ایک بھی مسلم ملک میں نہیں ہے۔ ہمارے پاس کوئی کام کی لائبریری نہیں ہے۔ ہم تیل کی دولت سے صرف محل بناتے ہیں امریکہ میں اپارٹمنٹس بناتے ہیں' تو دروازوں کی چٹخنیوں میں سونا لگواتے ہیں' ہم صرف بچے پیدا کرتے ہیں' زیتون ہمارے ہاں پیدا ہوتا ہے لیکن اس کو ڈبوں میں ڈال کر فروخت کرنے والا کوئی اور ہے اور وہ فرانس اور اٹلی ہیں۔ جب ہماری یہ حالت ہے' یہ اوقات ہیں تو ہماری کون سنے گا؟ مجھے یقین ہے بہت سے اسلامی ممالک اس میٹنگ میں شامل ہونے سے پہلے واشنگٹن فون کر کے اس کی اجازت لیں گے اور مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ میٹنگ کی تاریخ دینے سے پہلے اس بات کو یقینی بنا لیا گیا ہے کہ امریکہ ناراض نہ ہو جائے۔

اس امت مسلمہ نے آج تک فلسطین کے لیے کیا کیا ہے جو آج یہ توپ چلا لے گی؟ ہوسکتا ہے آپ کو میری تحریر اچھی نہ لگے' اگر ایسا ہی ہے تو اس قوم سے میری گزارش ہے کہ اپنے گریبانوں میں جھانکئے' آپ نے فلسطین کے لیے آج تک کیا کیا ہے؟ فلسطین تو دور ہے آپ نے کشمیر کے لیے کیا کیا ہے؟ آپ اور میں سب منافق ہیں' ہم باتوں میں صلاح الدین ایوبی اور ٹیپو سلطان کو بھی شرما دیں لیکن کردار یہ ہے کہ ہم فلسطین اور کشمیر کے لیے خون کا ایک قطرہ تو کیا پسینے کا ایک قطرہ بہانے کو بھی تیار نہیں۔ ہم ان کے لیے اپنی روز کی عیاشیوں اور خرمستیوں سے ایک روپیہ نہیں نکال سکتے۔ ہم وہ بندر ہیں جو مشکل گھڑی میں صرف پھدکنا جانتا ہے' صرف اپنی آنیاں جانیاں دکھاتا ہے۔ ہم آپنے آرام دہ گھروں میں بچیوں بچوں کے ساتھ بیوی کی ہمراہی میں ٹی وی کے آگے بیٹھ کر' کالم پڑھتے وقت' دوستوں کی محفل میں اور اپنے دفاتر میں پانی کے بلبلے کی طرح ایک لمحے کے لیے مرد مجاہد بن جاتے ہیں' پھر اگلے ہی لمحے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔ ہم اپنی اوقات میں آ جاتے ہیں' تب ہمیں غزہ کی ماؤں کی یاد آتی ہے۔ نہ رام اللہ کے معصوم بچوں کی جو کھیلنے کی عمر میں شہید کر دیے گئے ہم آرام دہ گھروں میں بیٹھ کر ہیرو بننا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں ہم اونچی اور بے ڈھنگی آواز میں روزانہ 5 منٹ اسرائیل کو گالیاں دے کر اپنا ''جہاد'' کرتے رہیں' بولنے کی یہ لذت ہمیں ایک سرطان کی طرح لاحق ہو چکی ہے' ہمیں یہ لذت حاصل کرنا ہے' فلسطینی مرتے رہیں ہمیں کیا؟

20 کروڑ کی اس بستی میں کوئی ہے جسے ہیرو بننے کا شوق نہ ہو؟ جو جاگتی آنکھوں خواب نہ دیکھے؟ جسے فلسطین اور لبنان کی بیٹی اپنی بیٹی جیسی لگتی ہو؟ جو سنجیدگی سے سوچے کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ (بشکریہ روزنامہ ''جناح'')

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ کراچی

الحمدللہ' حلقہ سندھ زیریں کو بانیٔ محترم نے یہ اعزاز عطا فرمایا کہ صحت یابی کے فوراً بعد انہوں نے کراچی کا دورہ فرمایا۔ 18 جولائی کو بانیٔ محترم کراچی پہنچے اور ان کا پہلا پروگرام فاران کلب میں اسی دن بعد نماز عشاء طے تھا لیکن عباس ٹاؤن میں ہونے والے سانحے کے بعد شہر کی صورتحال کے پیش نظر کلب والوں نے معذرت کر لی۔ اگلے دن نماز مغرب کے بعد ان کی ایک خصوصی نشست رفقاء اور رفیقات کے ساتھ قرآن اکیڈمی' یاسین آباد میں منعقد ہوئی جس میں سب سے پہلے بانیٔ محترم نے اپنی صحت کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ فرمایا اور اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ انہوں نے امت مسلمہ کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب ایران میں انقلاب برپا ہوا تھا تو مغربی پریس میں اس کا بڑا چرچا تھا اور اس زمانے میں یہ فقرہ پریس کی زینت بنا تھا کہ Militant Islam is on th march۔ مغربی پریس کے اس پروپیگنڈے کے نتیجے میں مسلمانوں میں بھی یوفولیا کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور اس زمانے میں مَیں نے کہا تھا کہ یہ ساری خوشی عارضی ہے اور امت مسلمہ پر مصائب کا دور آنے والا ہے۔ آج امت مسلمہ کی جو کیفیت ہے وہ میری اس پیشگوئی کی عکاسی کرتی ہے۔ افغانستان' عراق میں امریکی جارحیت اور اب لبنان اور فلسطین پر اسرائیلی جارحیت اسی کا مظہر ہے۔ میں ایک بار پھر یہ کہہ رہا ہوں کہ مسلمانوں پر ابھی اس سے بھی زیادہ برا دور آنے والا ہے' اگرچہ بالآخر نبی اکرم ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق پوری دنیا میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور آ کر رہے گا۔

20 جولائی کو بعد نماز عصر بانیٔ محترم نے امیر تنظیم اسلامی کراچی جنوبی عبداللطیف عقیلی صاحب کی صاحبزادی کے عقد مسنونہ کے موقع پر شرکاء سے خطاب فرمایا۔

21 جولائی کو مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں اجتماع جمعہ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ فتنۂ انکار حدیث کی صورت میں دجالیت کا جو سب سے بڑا سیلاب آ رہا ہے اس کی منزل یہ ہے کہ اسلامی تہذیب کا صفایا کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس کا حربہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کر دینا ہے۔ اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرنا لیکن رسولوں کی اتباع اور اطاعت سے انکار کر دینا انتہائی گمراہ کن فتنہ ہے۔ ملت کی بنیاد تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ محض قرآن پر تو کوئی نظام بنتا ہی نہیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں اقامت صلوٰۃ کا تاکیدی حکم ہے' مگر اقامت صلوٰۃ کی صورت کیا ہو' اس کی تمام تر تفصیل سنت ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ قرآن کی تفسیر' تشریح اور تعبیر اگر سنت سے آزاد ہو کر کی جائے تو قرآن کو موم کی ناک بنایا جا سکتا ہیں۔ فتنۂ پرویزیت آج بڑے شدومد کے ساتھ اور بہت بڑے پیمانے پر مغرب کے زیر اثر جاری ہے۔ اس کے کیسٹس آج بھی پھیل رہے ہیں۔ لیکن ہمیں رہنمائی قرآن حکیم ہی سے لینی ہے جو کہتا ہے کہ ''رسول ﷺ جو کچھ تمہیں دیں ان کو مضبوطی سے تھام لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ۔''

ان پروگراموں کے علاوہ بانیٔ محترم نے رفقاء سے ذاتی ملاقاتیں بھی کیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اس دورے کے ثمرات کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

اسرائیلی جارحیت کے خلاف حلقہ سندھ زیریں کا مظاہرہ

امریکہ کا بغل بچہ اسرائیل' جو دنیا کی سب سے بڑی دہشت گرد ریاست ہے' لبنان اور فلسطین پر اپنی درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اس بربریت کے خلاف تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں نے 22 جولائی کو سہ پہر تین بجے پریس کلب کراچی کے سامنے ایک مظاہرہ کا پروگرام ترتیب دیا۔ رفقاء کی ایک بڑی تعداد اس مظاہرہ میں شریک ہوئی۔ اس مظاہرہ کے لیے 7 بینرز تیار کیے گئے جن کی عبارات کچھ یوں تھیں:

☆ ہم لبنان اور فلسطین پر اسرائیلی جارحیت کی شدید مذمت کرتے ہیں۔
☆ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ امریکہ کے اتحادی کی حیثیت سے امریکہ پر دباؤ ڈالے۔
☆ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ دنیا بھر کے مسلمان متحد ہو جائیں۔
☆ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر
☆ عرب لیگ' موتمر عالم اسلامی اور آو آئی سی جیسی تنظیمیں کب تک خواب غفلت میں پڑی رہیں گی۔
☆ اسرائیل عظیم تر اسرائیل قائم کرنے پر تلا ہوا ہے' مگر افسوس کہ مسلم ممالک اپنے دفاع پر بھی قادر نہیں۔

اس موقع پر امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں محمد نسیم الدین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فلسطینیوں کا مکمل خاتمہ' مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرا کو گرا کر ہیکل سلیمانی کی تعمیر اور عظیم تر اسرائیل کا قیام اسرائیل کے ایجنڈے میں شامل ہے اور وقتاً فوقتاً فلسطین سمیت دیگر عرب ریاستوں پر اس کی جانب سے جارحیت کا ارتکاب اسی ایجنڈے کی تکمیل کا مظہر ہے۔ ہم فلسطین اور لبنان پر اسرائیل کی ننگی جارحیت کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ آج عالم اسلام جس مغربی یلغار کی زد میں ہے' اس کی پشت پر بھی یہودی سازش کارفرما ہے۔ لیکن ہمارے لیے غور طلب بات یہ ہے کہ آخر ہم جو اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں' عذاب کی زد میں کیوں آئے ہوئے ہیں۔ اس کا جواب ہمیں اس حدیث مبارکہ میں ملے گا جس میں خبر دی گئی ہے کہ امت مسلمہ پر بھی وہ سارے حالات آ کر رہیں گے جو سابقہ امت مسلمہ یہود پر آئے تھے' ٹھیک اسی طرح جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی سے مشابہ ہوتی ہے۔

یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی ان پر بے شمار نعمتوں کے باوجود اس سے سرکشی کا رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت و مسکنت تھوپ دی۔ آج یہی ذلت و مسکنت امت مسلمہ پر مسلط ہے' کیونکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے سرکشی میں یہودیوں سے پیچھے نہیں رہے۔ ہم پر وہ تباہی تو آئی ہی نہیں جس کا سامنا یہودیوں کو کرنا پڑا تھا۔ شدید اندیشہ ہے کہ مستقبل میں امت مسلمہ موجودہ حالات سے بھی بدتر حالات سے دوچار ہو۔ اس صورتحال سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر فرد اللہ سے سرکشی کے رویے کو ترک کرے' اپنے سابقہ گناہوں پر خلوص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے تابع کرے اور یہ توبہ کرنے والے اللہ کے دین کے نفاذ کی جدوجہد کے لیے اپنا تن من دھن وقف کریں۔

مظاہرے سے ناظم حلقہ انجینئر نوید احمد' ناظم دعوت تنظیم اسلامی' کراچی جنوبی' شجاع الدین شیخ اور مرکزی ناظم تربیت تنظیم جناب شاہد اسلم نے بھی خطاب فرمایا۔ تقریباً چار بجے انجینئر نوید احمد کی دعا پر اس مظاہرہ کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین: (مرتب: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

23 جولائی کو لالہ زار میں تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی اور دعوتی پروگرام منعقد کیا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا' جس کی سعادت طارق محمود نے حاصل کی۔ بعدازاں مقامی امیر جناب رؤف اکبر نے تلاوت کردہ آیات کی وضاحت کی۔ نو بجے طارق محمود اعوان نے ''تہذیبی جنگ کا معاشرتی پہلو'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی' جس پر بعدازاں مذاکرہ بھی کیا گیا۔ ساڑھے دس بجے جناب رؤف اکبر نے دو گروپ تشکیل دیے' جنہیں قریبی علاقوں میں دعوت کے لیے روانہ کیا گیا۔ بارہ بجے تمام رفقا دوبارہ جمع ہوئے۔ رؤف اکبر صاحب نے ''تنظیم کی اساسی دعوت' اور ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کے موضوعات پر تمام رفقاء سے تقریریں کروائیں۔ یہ پروگرام تقریباً ساڑھے بارہ بجے ختم ہوا۔ کھانے اور نماز کے وقفہ کے بعد دوبارہ پروگرام کا آغاز سیاسی گفتگو سے ہوا جس کا عنوان تھا ''موجودہ سیاسی صورتحال اور تنظیم اسلامی کا نقطۂ نظر''۔ جناب رؤف اکبر صاحب نے رفقاء کے سوالات کے جوابات دیے۔ ساڑھے تین بجے راقم نے انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر سورۃ الحدید کی آیات کی روشنی میں گفتگو کی۔ بعدازاں اسی موضوع پر مذاکرہ بھی کیا گیا۔ پانچ بجے تمام رفقاء رائے امن پہنچ گئے۔ جہاں نماز عصر کے بعد درس قرآن تھا۔ نماز کے بعد جناب نیاز احمد عباسی نے درس دیا۔ دعا پر اس ایک روزہ کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں کل 23 رفقاء اور 15 احباب نے شرکت کی۔ دُعا ہے کہ اللہ پاک ان سب لوگوں کے اس انفاق کو قبول فرمائے۔ آمین! (مرتب: شکیل احمد)

☆ کیا مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان وقفہ جائز ہے؟
☆ کیا لڑکی مرد استاد سے تعلیم حاصل کرسکتی ہے؟
☆ دارالکفر میں کسی مسلمان کا مستقل قیام کیسا ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: ہم اپنی دعاؤں میں نبی کریم ﷺ کا واسطہ دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے کیا شرک کا شائبہ نہیں ہوتا؟ (محمد حیات)

ج: اللہ کے رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کو صحابہ کرامؓ اپنی دعاؤں میں وسیلہ بناتے تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد صحابہؓ نے آپ کو وسیلہ نہیں بنایا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب قحط پڑا تو انہوں نے آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو نمازِ استسقاء میں وسیلہ بناتے ہوئے اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہا کہ: اے اللہ تعالیٰ! جب تک تیرے نبی زندہ تھے ہم ان کو تیری جناب میں پیش کرتے تھے' آج وہ ہمارے درمیان موجود نہیں لہٰذا ہم ان کے چچا حضرت عباس کو تیرے ہاں وسیلہ بنا کر تجھ سے بارش طلب کرتے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد ان کو وسیلہ بنانا درست نہیں۔ ہاں دعا کی ابتدا میں درود شریف پڑھنا صحیح روایات سے ثابت ہے۔ اسی طرح دعا کے اختتامی کلمات میں درود شریف کے الفاظ شامل کرنا بھی ثابت ہے۔ (جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد......)

س: درودِ ابراہیمیؑ کے علاوہ اور بھی بے شمار درود شریف ہیں' کیا ان کے پڑھنے سے ثواب ہوگا؟ (احمد غفور)

ج: بہترین درود نماز میں پڑھا جانے والا درودِ ابراہیمی ہے' لیکن کسی اور انداز میں بھی درود پڑھا جائے بشرطیکہ اس کے الفاظ صحیح ہوں اور ان میں شرک کی آمیزش نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

س: کہا جاتا ہے کہ دارالکفر یعنی امریکہ اور دیگر غیر مسلم ممالک میں کسی مسلمان کا رہنا جائز نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی حصولِ روزگار کے لیے وہاں جاتا ہے تو کیا یہ درست ہے؟ (محمد حفیظ)

ج: ملازمت' کاروبار یا تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہیں بھی جانے میں کوئی حرج نہیں' لیکن اگر کوئی مستقل قیام کی غرض سے ان ممالک میں جائے تو ممکن ہے کہ کوئی بندۂ مومن وہاں کے حالات کا اثر نہ لے اور دین کے حوالے سے استقامت دکھا جائے۔ لیکن وہ اپنی آئندہ نسل کو ان کے رنگ میں رنگنے سے شاید ہی بچا پائے اور غالب امکان یہ ہے کہ بچے وہاں کے ماحول اور لادینیت کا اثر ضرور قبول کریں گے' جس کی مثالیں ہمارے معاشرے میں ہر سطح پر موجود ہیں اور اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ لہٰذا ایسے ممالک میں مستقل قیام سے گریز کرنا چاہیے۔

س: نبی کریم ﷺ کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ ''یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے'' کیا ایسا کہنا درست ہے؟ (سلیم باری)

ج: ایسا کہنا مناسب نہیں ہے۔ فضل اور کرم محض اللہ ہی کا ہے۔ حضور ﷺ کا اپنا معاملہ یہ تھا کہ ایک صحابیؓ نے ایک دفعہ یہ کہہ دیا کہ ''جو اللہ چاہے اور جو آپؐ چاہیں'' نبی کریم ﷺ نے فوراً ٹوک دیا کہ تم نے مجھے اللہ کا مدمقابل ٹھہرا دیا ہے۔ مشیت صرف اللہ کی ہے۔ حضور ﷺ کی مشیت کا معاملہ ہوتا تو ابوطالب اسلام لائے بغیر اس دنیا سے کبھی رخصت نہ ہوتے۔ اسی طرح غزوۂ احد میں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے بددعا نکل گئی کہ ''اللہ اس قوم کو کیسے ہدایت دے گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگ دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ کو اختیار نہیں' اللہ چاہے گا تو انہیں توبہ کی توفیق دے دے گا اور اگر چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا۔ یہ فیصلہ آپ کا نہیں۔ ہمیں اصل میں اللہ اور بندے کے درمیان فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ ایک عربی محاورہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ ''رب رب ہی ہے چاہے وہ جتنا بھی نزول فرمالے اور بندہ بندہ ہی ہے چاہے وہ کتنا ہی اوپر چلا جائے۔''

س: کیا بچی یعنی لڑکی مرد استاد سے تعلیم حاصل کرسکتی ہے؟ (محمد طاہر)

ج: پہلی کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ بچی کو مرد کی بجائے خاتون سے تعلیم دلوائیں۔ ہمارے معاشرے میں بہت سے مدرسے کھل گئے ہیں۔ جس میں قاریہ' عالمہ خواتین کی خاصی معقول تعداد موجود ہے۔ لیکن اگر بچی چھوٹی ہو اور کوئی خاتون معلمہ نہ ملے تو مرد استاد سے بھی پڑھایا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ شعوری کوشش کی جانی چاہیے کہ جس جگہ پر مرد استاد تعلیم دے رہا ہو' وہ تنہا نہ رہیں بلکہ انہیں یہ محسوس ہو کہ ہمیں دیکھا جارہا ہے' جہاں پر تنہائی ہوگی شیطان کو وار کرنے کا موقع ملے گا۔ لہٰذا اس ضمن میں کڑی نگرانی کا عنصر موجود ہونا چاہیے۔

س: کیا کسی عورت کو نظر بھر کر دیکھنا بھی جرم ہے' جبکہ عملی طور پر کوئی قدم نہ اٹھایا گیا ہو؟ (فرخ علی)

ج: یہ اخلاقی جرم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے آنکھوں کا زنا قرار دیا ہے۔ البتہ یہ جرم قابل دست اندازی پولیس نہیں ہے' اس کی بنیاد پر کوئی مقدمہ قائم نہیں ہوسکتا اور کوئی سزا یا حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔

س: بعض مساجد میں مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان کچھ وقفہ دیا جاتا ہے' کیا یہ جائز ہے؟ (عمران جاوید)

ج: مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان اگر چند منٹ کا وقفہ اس غرض سے دیا جائے کہ لوگ اذان کی آواز سن کر مسجد میں پہنچ جائیں اور جو جلد پہنچ جائیں' وہ دو رکعت نفل پڑھ کر اضافی ثواب حاصل کرلیں تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے' بلکہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ آپؐ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ مغرب کی اذان کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

اسرائیلی وحشی بن گئے

30 جولائی کو جنگ کے دوران اسرائیلیوں نے قانا گاؤں پر بمباری کی تو اسرائیل کا اصل جلاد صفت، ظالم اور وحشی چہرہ بے نقاب ہوگیا۔ بمباری کی زد میں آ کر 60 افراد شہید ہو گئے جنہوں نے ایک عمارت کے تہہ خانے میں پناہ لے رکھی تھی۔ المناک بات یہ ہے کہ شہید ہونے والوں میں 40 بچے شامل تھے۔ یہ عمارت امریکا کے فراہم کردہ لیزر گائیڈڈ بم سے تباہ کی گئی جو بنکروں یا تہہ خانوں کو تباہ کرنے کی خصوصی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس دردناک واقعے پر پوری دنیا چیخ اٹھی اور اسرائیل اور امریکا کو صلوٰتیں سنانے لگی۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ عالمی رائے عامہ بیدار ہوگئی اور اس نے اسرائیل کے خلاف زبردست مظاہرے کیے ورنہ اس سے قبل لبنانیوں کے ساتھ یکجہتی کے بہت کم مظاہرے دیکھنے کو ملے تھے۔ عرب ممالک کے علما کا کہنا ہے کہ اُمت مسلمہ کو متحد ہو جانا چاہیے ورنہ اُس کے دشمن ایک ایک کر کے تمام مسلم ممالک کو تباہ کر دیں گے۔ اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان تین جنگیں ہو چکی ہیں۔ اس نے فلسطین، مصر اور شام کے علاقوں پر قبضہ رکھا ہے۔ اگر حزب اللہ اسرائیلی فوج کو اپنے مقاصد پورے نہیں کرنے دیتی تو یہ اس کی عظیم الشان کامیابی ہوگی۔

اسرائیلی جارحیت کے خلاف پہلے ردعمل کے طور پر لبنانی وزیر اعظم فواد سینورا نے امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کو اپنے ملک آنے سے روک دیا۔

امریکا کی پشت پناہی سے اسرائیلیوں نے فلسطین اور لبنان میں جو قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ متحد ہو کر اسرائیل کی ناک میں نکیل ڈالیں اور آج اگر اپنا مجموعی وزن پلڑے میں ڈال دیں تو اسرائیلی پلڑا کہیں اوپر اٹھ جائے گا۔ سعودی حکومت نے کہا ہے کہ اگر اسرائیل مذاکرات کے ذریعے اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتا تو اس کے بعد ایک ہی حل رہ جاتا ہے کہ جنگ کے ذریعے فیصلہ کیا جائے۔

اسرائیل اور امریکہ سے بدلہ لیں گے: سربراہ ایرانی فوج

ایران میں پاسداران انقلاب کے سربراہ نے زور دیا ہے کہ ایرانی افواج اسرائیل اور امریکہ سے لبنان میں بے گناہ شہریوں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تیاری کریں۔ جنرل یحییٰ رحیم سفادی نے پاسداران انقلاب کے دستوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ رضا کار اور پاسداران یہودیوں اور امریکیوں سے نمٹنے کی تیاری کریں۔ تاریخ کا اعلان بعد میں روحانی پیشوا کریں گے۔ واضح رہے رضا کار اور پاسداران انقلاب براہِ راست آیت اللہ خامنہ ای کو جوابدہ ہیں۔

وینزویلا کے صدر ایران میں

پچھلے دنوں وینزویلا کے صدر ہوگو شاویز نے ایران کا دورہ کیا۔ اُن کی آمد پر اُن کا بڑا پرتپاک استقبال کیا گیا، کیونکہ شاویز امریکی مخالف ہونے کی شہرت رکھتے ہیں۔ اس دورے میں دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے ساتھ تجارتی معاہدے کیے۔ یہ طے پایا کہ ایرانی تیل کمپنی، پیٹرو پارس وینزویلا میں چار ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کرے گی۔ مختلف مواقع پر تقاریر کرتے ہوئے صدر شاویز نے امریکا کی سخت مذمت کی اور کہا کہ: ''اگر امریکی کرۂ ارض پر اپنی حاکیت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو انسانیت کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ ہم امریکی سلطنت کا خاتمہ کر کے انسانیت کو بچانا چاہتے ہیں۔'' شاویز نے لبنان اور فلسطین پر اسرائیلی حملے کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ یہ فاشزم اور دہشت گردی ہے۔

پاکستانی نوجوان کا یہود پر حملہ

اسرائیلی نہتے مسلم شہریوں پر جو ظلم کر رہے ہیں، اس نے ہر حساس انسان پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ انہی میں تیس سالہ پاکستانی نژاد نوجوان نوید افضل حق بھی شامل تھا۔ اس کے والدستر کے عشرے میں پاکستان سے امریکا چلے آئے تھے اور افضل حق یہیں پیدا ہوا۔ پچھلے دنوں وہ امریکا میں واقع یہودیوں کی تنظیم، جیوش فیڈریشن آف گریٹر سیٹل کے دفاتر میں داخل ہوا اور وہاں موجود لوگوں پر فائرنگ کر دی۔ نتیجے میں ایک یہودن ہلاک ہوگئی اور پانچ زخمی ہوئے۔ پولیس نے جب نوید افضل سے تفتیش کی، تو اس نے بتایا کہ وہ ٹیلی ویژن پر مظلوم لبنانیوں کی تباہ حال حالت دیکھ کر اپنے جذبات قابو میں نہ رکھ سکا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہاں یہودی بڑی آسائش اور اطمینان کی زندگی گزار رہے ہیں اور اُدھر لاکھوں لبنانیوں اور فلسطینیوں پر آفت ٹوٹی ہوئی ہے۔ بس یہی بات اُسے اشتعال میں لانے کا سبب بن گئی اور اس نے یہودی مرکز میں فائرنگ کر دی تاکہ وہ بھی اس کربناک صورتحال اور اذیت سے تھوڑا بہت تو گزر سکیں جس سے کہ لبنانی اور فلسطینی گزر رہے ہیں۔

امریکی پولیس نے نوید افضل پر مقدمہ قائم کر دیا ہے۔ امریکی جج باربرا لنڈے نے نوید کی ضمانت کروانے کے لیے 50 ملین ڈالر رکھ دیئے۔ ظاہر ہے نوید کے والد اتنی بھاری رقم قطعاً ادا نہیں کر سکتے، اس لیے نوید جیل ہی میں رہے گا۔

صومالیہ کے حالات

جب سے جنوبی صومالیہ پر اسلام پسند تحریک نے قبضہ کیا ہے، وہ دنیا کے چودھری، امریکا کی نظروں میں کھٹکنے لگی ہے۔ امریکی ساری قوت اس بات کو نمایاں کرنے پر صرف کر رہے ہیں کہ تحریک میں القاعدہ کے حامی قائدین بھی شامل ہیں اور یہ کہ وہ دہشت گرد سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ اس پروپیگنڈے کے باوجود جنوبی صومالیہ میں عام صومالی اسی تحریک سے وابستہ ہے۔ عارضی حکومت اور اسلامی تحریک کے مابین مذاکرات ناکام ہو گئے، تو امریکی اشارے میں ایتھوپیا کی فوج صومالیہ میں داخل ہوگئی تاکہ بزور طاقت اسلامی تحریک کی فوج کو عارضی حکومت کے علاقے سے دور رکھ سکے۔ ایتھوپیا اور صومالیہ میں قدیم دشمنی ہے کیونکہ ایتھوپیائی عیسائی حکمران صومالی مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صومالی اُسے پسند نہیں کرتے۔ اریٹیریا بھی عرصہ دراز تک ایتھوپیا کے پنجوں میں پھنسا رہا ہے۔ یہ مسلم ملک اب اسلامی تحریک کو مالی اور فوجی امداد دے رہا ہے، تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جنوبی صومالیہ میں حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔ اسلامی تحریک نے اعلان کیا ہے کہ جب ایتھوپیائی فوج صومالیہ سے نکل جائے گی، تب ہی عارضی حکومت سے مذاکرات کرے گی۔ دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ دونوں کے مابین جنگ چھڑ جائے۔ اسلامی تحریک کے قائدین اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ وہ اپنے ملک میں امن و امان قائم کرنا چاہتے ہیں اور اقتدار میں شریک ہونے کے خواہش مند نہیں۔

القدس یونیورسٹی کا نام تبدیل کرنے کی کوشش

فلسطین کی قدیم ترین یونیورسٹی ''جامعۃ القدس'' کا نام تبدیل کرنے کی خفیہ طور پر کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مڈل ایسٹ سٹڈی سنٹر کی رپورٹ کے مطابق یونیورسٹی کے چیئرمین ڈاکٹر سری نسیبہ نے امریکی اشاروں پر القدس یونیورسٹی کا نام اور اس کا مسجد اقصیٰ والا لوگو تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چیئرمین کے اس فیصلے میں جامعہ کے تمام ڈائریکٹرز اور ڈپٹی ڈائریکٹرز بھی شامل ہیں۔ نئے ناموں میں ''اسلام یونیورسٹی'' اور ''قدیم عرب یونیورسٹی'' کے تجویز کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ القدس یونیورسٹی کے لوگو سے مسجد اقصیٰ کی تصویر ختم کر کے عیسائیوں کے ایک مقدس نشان کو لگانے کی تجویز دی گئی ہے۔

قرآن کالج میں اس سال سے ایف اے کے لیے

- لازمی مضامین یعنی انگریزی' اردو' اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کے ساتھ
- اختیاری مضامین کے ضمن میں صرف حسبِ ذیل دو گروپوں میں داخلے دیے جائیں گے!

۱۔ عربی' اسلامیات' اور (سیاسیات کے ضمن میں) شہریت

۲۔ عربی' اقتصادیات' اور ریاضی

تاکہ ایک جانب طلبہ کی انگریزی اور عربی زبانوں کی بنیاد پختہ ہو جائے۔ چنانچہ عربی کے ذریعے علم دین کے اصل سرچشموں (قرآن اور حدیث) تک رسائی حاصل کر سکیں اور انگریزی کے ذریعے عہدِ حاضر کے خیالات و نظریات سے بحیثیتِ مجموعی بہرہ ور ہو سکیں —— اور دوسری جانب عہدِ حاضر کے نظامِ اجتماعی کے دو اہم ستونوں یعنی سیاسیات اور معاشیات میں سے کم از کم ایک میں اعلیٰ تعلیم کے حصول یعنی ایم اے' پی ایچ ڈی تک رسائی کے قابل ہو سکیں' تاکہ ان علوم کے ضمن میں تحقیقی اور تخلیقی خدمات سرانجام دے سکیں۔

ان امتحانی مضامین کے علاوہ اِن شاء اللہ تمام طلبہ کو کمپیوٹر کے استعمال کے قابل بھی بنایا جائے گا اور معاشیات کے طلبہ کے لیے شماریات کی کوچنگ بھی ہو گی!

اس نظام کے تحت بی اے' ایم اے کرنے والے طلبہ کے لیے

معاش کے ضمن میں حسب ذیل راستے کھلے ہوں گے:

(۱) اوّلین' اہم ترین اور حلال ترین روزی کا ذریعہ تعلیم و تدریس' جس سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی ایک نسبت قائم ہوتی ہے' اس لیے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'' میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(۲) ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کر کے پیشۂ وکالت اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں واضح رہے کہ علامہ اقبال اور قائد اعظم دونوں پیشے کے اعتبار سے وکیل ہی تھے۔

(۳) سول سروس کے مقابلوں کے امتحانات میں شرکت کے بعد سرکاری ملازمت۔

(۴) مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں تو دین کی خدمت جز وقتی ہو گی' لیکن' اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالے تو رزق کے ضمن میں خالصتاً اللہ پر توکل کرتے ہوئے ہمہ وقت اور ہمہ تن اللہ کے دین اور اللہ کی کتاب کی خدمت' جس کے لیے انجمن خدام القرآن کے مؤسس اور تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی مثال کو سامنے رکھا جا سکتا ہے۔ (مطالعہ فرمائیں ان کا کتابچہ ''حساب کم و بیش'')

(**نوٹ**: چونکہ قرآن کالج ایک اسلامی دعوتی اور تربیتی درس گاہ ہے لہٰذا اس میں ذہین اور باصلاحیت اور اچھے نمبروں سے میٹرک کرنے والے مستحق طلبہ کو فیس کی معافی کے علاوہ زیادہ غیر مستطیع طلبہ کو رہائش اور طعام بھی مفت فراہم کیا جائیں گے —— اور زیادہ نمایاں صلاحیتوں کے حامل طلبہ کو وظائف بھی دیے جائیں گے!)

قمر سعید قریشی' ناظم اعلیٰ' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون: 3-5869501)

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 28

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

میٹرک کا امتحان پاس کرنے والے نوجوانوں' اور اُن کے والدین کے لیے

لمحۂ فکریہ

- میٹرک کے امتحان کو پچھلے زمانے میں ''انٹرنس اگزامینیشن'' (ENTRANCE EXAM.) کہا جاتا تھا۔ یعنی یہ کہ اس کے پاس کرنے کے بعد ایک نوجوان علم کے اصل میدان میں داخل ہوتا ہے۔
- لہٰذا یہ اہم موقع ہوتا ہے کہ نوجوان خود بھی سوچیں اور ان کے والدین بھی غور کریں کہ علم کے حصول سے انسان کا اصل مقصد کیا ہونا چاہیے!
- کیا علم کا حصول صرف روزگار کا ذریعہ اور دنیا کی عارضی اور فانی زندگی کو بہتر سے بہتر سطح پر گزارنے کی صلاحیت کا حاصل کرنا ہے؟
- یا اس سے اصل مقصد ذہن اور فکر کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا' اور عہد حاضر کے افکار ونظریات کے تنقیدی مطالعے کے ساتھ ساتھ علمِ حقیقت یعنی علم دین خصوصاً اللہ کی کتاب کے علم کا حصول اور اس کے ذریعے دین حق یعنی اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد کر کے آخرت کی ابدی زندگی کی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنا ہے؟

خاص طور پر والدین غور کریں

کہ وہ اپنی اولاد کو صرف دنیا میں رزق کے حصول کے قابل بنا کر چھوڑ جانا چاہتے ہیں یا انہیں ایک باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے آخرت کا توشہ اور صدقۂ جاریہ بھی بنانا چاہتے ہیں؟

اگر طلبہ اور والدین دونوں کا جواب دوسرے مقصد کے حق میں ہو تو وہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے قائم کردہ

قرآن کالج

میں داخلے کا فیصلہ کریں اور اس مقصد کے لیے کالج کے پراسپیکٹس کے حصول کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں:

قرآن کالج' 191۔اتاترک بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن' لاہور (فون: 042-5833637)

(اس ورق کی پشت پر بھی دیکھئے)